6/14

اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر رہائش ــ ۲

فون نمبر دار العلوم ــ ۴

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

مدیر: سمیع الحق

جلد نمبر : ۱۵

شمارہ نمبر : ۴

ربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ

جنوری ۱۹۸۰ء

اس شمارے میں

نقشِ آغاز	سمیع الحق	۲
اسلامی قانون سازی	جناب سراج احمد فاروقی۔ کراچی	۵
شاہ فیصل شہید	مولانا نصیب علی شاہ بخاری	۱۹
صحابہ کرامؓ اور ارتداد	مولانا محمد برہان الدین سنبھلی	۲۱
ذکری مذہب کا تفصیلی جائزہ	ڈاکٹر ضیاء الحق صدیقی۔ ملتان	۳۴
تبصرۂ کتب	ادارہ	۵۵
دارالعلوم حقانیہ کے شب وروز	شفیق فاروقی	۵۷
ادبیات	سیّد امین گیلانی	۶۱

بدل اشتراک پاکستان میں سالانہ ۲۵/- روپے۔ فی پرچہ ۲/۵۰ روپے۔ بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سقوطِ کابل

بالآخر عصرِ حاضر کی سب سے بڑی انسانیت دشمن قوت روس نے مظلوم اور بے بس مسلم افغانستان کو اپنے شکنجۂ استبداد میں کس لیا جس خطرہ کا الارم عرصہ سے ملتِ مسلمہ کو جھنجھوڑ رہا تھا وہ خطرہ نمودار ہو کر رہا اور حضرت عثمانؓ کے عہد کا کابل، صحابہ کرامؓ کا مفتوحہ افغانستان اس دور کے عظیم غاصب مذہب دشمن خدا بیزار روس کے پنجۂ ظلم میں آگیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایہا النفس اجملی جزعاً　　فانّ ما تحذرین قد وقع

اس ظلم وعدوان پر جزع فزع کا موقعہ نہیں نہ زبان وقلم کو یارائے سخن ہے۔ طولانی تقریریں بہت ہو چکی ہیں۔ قلم کی جولانیوں اور تحریر وادب کی بوقلمونیوں سے بھی عالمِ اسلام شکم سیر ہو چکا ہے۔ علم ودانش کی فراوانی تحلیل وتجزیہ کی بھرمار، مذاکرات اور کانفرنسوں کی عیاشی پر جوش بیانات کے ہنگامے ان سب باتوں سے مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ اب وقت عمل کا ہے عمل اور صرف عمل سعیِ پیہم اور جہادِ مسلسل۔ طوفان برِصغیر کے آہنی اور فولادی دروں سے ٹکرا رہا ہے۔ خلیج عرب کی عصمت خطرہ میں ہے۔ حرمین الشریفین کی عظمت گستاخ نگاہوں کی زد میں ہے۔ مملکتِ اسلامیہ پاکستان زیرِ کمان ہے۔ اور عالمِ عرب ظالم صیاد کی کمند میں، کیا ایسے وقت میں بھی ہم جیسے علم وعمل کے تہی دامنوں کے تبصروں اور اداریوں کا موقعہ ہے۔ کاش! یہ قلم ٹوٹ چکا ہوتا اور یہ ہاتھ شل ہو چکے ہوتے کہ اس قیامتِ کبریٰ کے بعد تو یہ لایعنی شغل جاری نہ رکھا جاتا۔ یالیتنی متّ قبل ھذا وکنت نسیاً منسیا۔

وہ دیکھو بخارا اور سمرقند کی تاریخ اب کابل وہرات میں دہرائی جا رہی ہے۔ قندھار وبلخ کے پر عظمت مینار جھک جھک کر ملتِ مسلمہ کو پکار رہے ہیں۔ علماء ومشائخ ایک ایک کر کے تہ تیغ ہو رہے ہیں۔ مدارس وخانقاہیں روسی افواج کی اصطبل بن چکی ہیں۔ بت شکن محمودؒ کی قبر مسمار ہونے کو ہے۔ سڑکیں معصوم مسلمانوں کے خون سے لالہ زار ہیں۔ مہاجرین کے لٹے پٹے قافلے تسبیح کے بکھرے ہوئے دانوں کی طرح صحراؤں میں بھٹک رہے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی دین کی آن اور ملت کی شان پر نثار ہونے والے غیور افغان مجاہدین بھی تو ہیں جو اس صدی میں فدائیت وایثار، قربانی اور جہد وجہاد کا سب سے روشن باب اپنے خون سے رقم کر رہے ہیں۔ کہ چودھویں صدی کی کتاب زندگی کا آخری ورق بدر وحنین اور تبوک ویرموک کی عکاسی سے کیوں محروم رہے — من المومنین رجالٌ صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ۔ فمنھم من قضٰی نحبہ ومنھم من ینتظر۔ (صدق اللہ العظیم)

حق بحقدار رسید

برصغیر کے علمی ودینی حلقوں کیلئے یہ خبر عظیم الشان مسرتوں کا باعث بنی کہ سعودی عرب

کے شاہ فیصل فاؤنڈیشن نے عالمِ اسلام کی ممتاز اور معروف علمی و دینی شخصیت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ناظم ندوۃ العلماء کو ان کی عظیم اسلامی خدمات کے اعتراف و تحسین کے طور پر اس سال کے شاہ فیصل ایوارڈ کیلئے ان کا بھی انتخاب کیا۔ مولانا کو یہ انعام ان کی وسیع علمی و اسلامی خدمات ملک و بیرون ملک تقریروں اور نہایت مؤثر تحریر اور بلند پایہ وقیع تصانیف مسلم نوجوانوں میں اسلامی روح اور ولولہ کی نشو و نما اور اسلام کے خلاف پیدا کئے گئے شکوک و شبہات کا حکیمانہ رد اور اسلامی تہذیب کا مغربی تہذیب سے نہایت بے لاگ موازنہ اور مادہ پرست مغربی نظام کا دوٹوک تجزیہ اور اس جیسی بیشمار خدمات کے صلہ میں دیا گیا ہے۔ مولانا کی مشہور کتاب ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین اور السیرۃ النبوۃ جیسی وقیع اور مقبول کتابوں نے عالمِ عرب پر بالخصوص جو اثرات مرتب کئے اور انہیں اللہ تعالیٰ نے جن عظیم خدمات اور صلاحیتوں سے نوازا اور خلوص کی جو دولت انہیں ملی ان کے پیشِ نظر وہ کسی ایسی مادی داد و ستائش سے بلند ہیں اور عصری اعزاز و تکریم کی نہ ایسے افراد کو خواہش ہوتی ہے۔ تاہم اسلام اور مسلمانوں کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے والوں کے لئے ایک گونہ ایسے اعزازات موجب ہمت افزائی بنتے ہیں۔ مولانا نہ صرف انڈیا بلکہ پورے عالمِ اسلام کی مشترکہ متاع اور انمول سرمایہ ہیں پھر سعودی عرب سے پاکستان کے جو خصوصی علائق اور روابط ہیں۔ ان تمام امور نے اس انتخاب پر بجا طور پر علمی و دینی حلقوں اور اداروں کو مسرت کا ایک موقعہ بہم پہنچایا۔ اور ہم اس قدر دانی اور حقیقت شناسی پر شاہ فیصل فاؤنڈیشن کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ مولانا موصوف کی تمام زندگی للہیت اور اخلاص پر مبنی رہی ہے۔ اور اس موقعہ پر بھی انہوں نے شاہ فیصل ایوارڈ کے ساتھ دی گئی۔ دو لاکھ سعودی ریال (تقریباً ۵ لاکھ پاکستانی روپے) کی انعامی رقم افغانستان کے مجاہدین اور پناہ گزینوں اور دینی علوم اور قرآن کریم کے دو ایک اداروں میں تقسیم کرکے ایک بے لوث مثال قائم کردی ہے۔ ہمارے اکابر علماء کا یہی وہ شعار اور ایثار ہے جس نے ہر دور میں معاشرہ پر گہرے نقوش اور انقلابی اثرات مرتب کئے۔ مولانا نے یہ خطیر انعام وقف کرکے اپنے پیش رو اکابر کیطرح اتمدوننی بمال فما اتانی اللہ خیر مما اتاکم۔ کا ایک عملی نمونہ پیش کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور دینی دعوت و تبلیغ کے لئے ایسی مثالی شخصیتوں کا اسوہ اپنانے کی توفیق دے۔

ایک بے لوث خادمِ دارالعلوم کی وفات

۵ر جنوری ۱۹۸۰ء کو دارالعلوم حقانیہ کے ایک دیرینہ اور بے لوث خادم اور بنیادی رکن جناب الحاج شیر افضل خان صاحب آف بدرشی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ عمر ستر سال کے لگ بھگ تھی۔ سعی و عمل، جوش اور ہمت کے لحاظ سے قابلِ رشک صحت تھی کہ یکایک سال قبل مرض نے آگھیرا۔ ڈاکٹروں نے سرطان کی تشخیص کی اور یوں پہاڑ کی طرح ایک فولادی شخص دنوں گھنٹوں میں مکمل کر مشتِ استخوان بن گیا۔ وقت موعود آپہنچا اور واصل بحق ہوگئے۔ دوسرے دن حضرت شیخ الحدیث مدظلہ

نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں علاقہ بھر کے معززین شرفاء کے علاوہ دارالعلوم حقانیہ کے اکثر طلباء اور اساتذہ نے بھی شرکت کی اور نمناک آنکھوں کے ساتھ دین، علم اور دارالعلوم کے اس مخلص خادم کو سپردِ خاک کیا۔

حاجی شیر افضل خان مرحوم کا تعلق جدید تعلیم یافتہ طبقہ سے رہا۔ اسلامیہ کالج پشاور میں انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ پھر دنیاوی کاروبار میں مشغول ہو گئے اور بلند مقام حاصل کیا۔ دنیوی وجاہت کاروباری زندگی جدید سوسائٹی کے باوجود وہ ابتداء ہی سے اکابر علماء حق سے وابستہ ہوتے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی عقیدت و محبت طبیعت میں رچی بسی ہوئی تھی، جمعیۃ العلماء اسلام کے گرویدہ تھے اور اس کے قائد حضرت مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ سے آخر تک گہرے مراسم رہے۔ ان حضرات اکابر کے مسلک و مشرب اور مطلقاً طبقہ علماء و مشائخ کی ترجمانی اور ان کی پرزور وکالت کا کوئی موقعہ وہ جانے نہیں دیتے تھے۔ چند سال قبل تک وہ ماڈرن لباس میں رہے۔ کہا کرتے کہ اس طرح میں علماء کے استخفاف کرنے والی اونچی سوسائٹی میں جارحانہ تعاقب کر سکتا ہوں۔ باطن کی یہ نجابت و طہارت بالآخر ان کی صورت اور حلیہ پر بھی غالب آگئی۔

دارالعلوم حقانیہ کو حق تعالیٰ نے ابتدائے تاسیس میں جن مخلص ترین گنے چنے ارکان کے تعاون اور تعلق سے نوازا ان میں حاجی صاحب مرحوم کا بھی ایک نمایاں مقام تھا۔ دارالعلوم کی نئی تعمیر کے لئے اس جماعت نے بایں ہمہ وجاہت اہل خیر کی خدمت میں جاکر اور جھولی پھیلا کر مانگنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ وہ آخر تک تعمیری کمیٹی کے صدر اور مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ ان مخلص خدام دین کی خدمات کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ ایک چھوٹی سی مسجد میں قائم ہونے والا مدرسہ دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں شجرۂ طوبیٰ بن چکا ہے۔ اصلها ثابت وفرعها فی السماء۔

یقیناً حق تعالیٰ ان عظیم خدمات کو ان حضرات کے لئے اب ذخیرۂ عقبیٰ اور زادِ آخرت کی شکل میں ظاہر فرما دیں گے۔ خدا تعالیٰ حاجی شیر افضل خان مرحوم کو اپنے قرب و رضا کے بہترین مقامات سے نوازے اور ان کے تمام پسماندگان میں مرحوم کی دینی حمیت و غیرت کے جذبات کو جاری و ساری رکھے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

جناب سراج احمد فاروقی صاحب
شعبہ علوم اسلامی ۔ جامعہ کراچی

اسلامی قانون سازی کے چند بنیادی اصول

اسلامی فقہ کے چند قواعد کلیہ

لغت میں قاعدہ بنیاد اور بنیاد کو کہتے ہیں لیکن فقہاء کی اصطلاح میں قاعدہ اس حکم کلی کو کہتے ہیں جو اس کے تمام جزئیات یا اکثر جزئیات پر منطبق ہوتا کہ جزئیات کے احکام اس حکم کلی سے معلوم ہو سکیں ۔ (۱)

فقہ اسلامی میں ان قواعد کی بہت بڑی تعداد ہے جن میں سے ہر ایک قاعدہ بہت سے فقہی مسائل کا جامع و ضابطہ ہے ۔ (۲)

فقہاء نے ان قواعد کو فقہ کے فروعی مسائل کو تلاش کر کے اور ان میں ہر ایک مجموعہ کو ایک عام قاعدہ کیطرف رجوع کر کے بنایا ہے ۔ وہ عام قاعدہ ایسا ہوتا ہے جس کا عام حکم اس مجموعہ کے تمام یا اکثر جزئیات میں جاری ہوتا ہے ۔ اور جزئیات بعض معانی میں اس مجموعہ کے مشابہ ہوتے ہیں ۔

فقہ کے یہ قواعد اصول فقہ کے قواعد سے مختلف ہیں اس لئے کہ اصول فقہ ایسے طریقے مقرر کرتا ہے جن کی پابندی شریعت کے تفصیلی دلائل سے احکام مستنبط کرنے کے لئے فقیہ کو کرنی پڑتی ہے ۔ (۳) لیکن فقہی قواعد تو ان مبادی عامہ کے قبیل سے ہیں جو شریعت کے عام احکام پر مشتمل ہوتے ہیں ۔ اور ان تمام واقعات و حادثات پر منطبق ہوتے ہیں جو اس کے موضوع کے تحت داخل ہوں ۔ (۴)

اسلامی فقہ میں ان قواعد کا بڑا اہم مقام ہے اس لئے کہ یہ قواعد فقہ کے طالب علم میں فقہی ملکہ پیدا کرتے ہیں اور جزئیات کے احکام پہچاننے میں ممد و معاون بنتے ہیں اور فقہ اسلامی میں قانونی افکار و تصورات واضح کرتے ہیں ۔ اسی وجہ سے ایک سے زائد فقہانے اس کے عظیم فائدہ اور اسکی فضیلت کا اعتراف کیا ہے ۔ چنانچہ مشہور فقیہ قرافی ارشاد فرماتے ہیں :۔

" اور دوسری قسم فقہ کے قواعد کلیہ ہیں جو کہ جلیل القدر ہیں اور کثیر تعداد میں ہیں بڑی مدد کرنے والے ہیں ۔ اور شریعت کے رموز و حکمت پر مشتمل ہیں اور ہر قاعدہ کے تحت شریعت میں بیشمار

فروعی مسائل ہیں اور یہ قواعد فقہ میں بہت اہم اور بے حد نفع بخش ہیں اور فقیہ جس قدر ان قواعد پر محیط ہوگا اسی قدر اسکی شرافت وعظمت میں اضافہ ہوگا۔" (۵)

ان قواعد کلیہ کی تفصیل مختصراً ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

۱۔ امور کا اعتبار ان کے مقاصد کے مطابق ہوتا ہے۔

اس قاعدہ کی بنیاد حدیث انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی ۔۔ الخ پر ہے۔(۶) یعنی عمل کا دارومدار نیت پر ہے۔ اور ہر انسان کے لئے وہی ہے جسکی وہ نیت کرے۔ الخ اس قاعدہ کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے معاملات میں شرعی احکام ان کے ارادہ کے مطابق مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ انسان کبھی ایک عمل کسی خاص ارادہ سے کرتا ہے تو اس کے اس عمل پر ایک حکم مرتب ہوتا ہے۔ اور کبھی وہی کام ایک دوسرے ارادہ سے انجام دیتا ہے۔ تو اس پر دوسرا حکم مرتب ہوتا ہے۔ (۷) مثلاً گم شدہ چیز پانیوالے کو امین سمجھا جاتا ہے اور اگر اسکی کوتاہی یا زیادتی کے بغیر اس کے ہاتھ سے ضائع ہوجائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہوتا بشرطیکہ اس گم شدہ چیز کو اٹھانے سے اس کا مقصد اسکی حفاظت کرنا اور اس کے مالک کو واپس کرنا ہو لیکن اگر اس کو اٹھانے سے اس کا مقصد اس چیز کا مالک بننا ہو تو اسے غاصب سمجھا جائیگا اور اس کے ہلاک یا ضائع ہونے کی صورت اس پر تاوان عائد ہوگا۔ اگرچہ اس کی طرف سے کوئی کوتاہی یا زیادتی نہ ہوئی ہو۔ اسی طرح بیع فعل مضارع کے لفظ سے منعقد ہوجاتی ہے۔ جبکہ اس سے زمانہ حال کا ارادہ کرے۔ (یعنی یہ کہے کہ میں تجھ کو اپنا گھوڑا بیچتا ہوں) لیکن اگر زمانہ مستقبل کا ارادہ کرے۔ (یعنی یہ کہے کہ تجھے اپنا گھوڑا بیچوں گا۔) تو بیع منعقد نہیں ہوگی۔

اور جسطرح دنیاوی امور میں فاعل کے ارادے کے مطابق فعل پر مختلف احکام مرتب ہوتے ہیں اسی طرح دینی امور میں بھی حلال وحرام ہونے کے اعتبار سے فاعل کے ارادے کے مطابق فعل کا حکم بدل جاتا ہے۔ مثلاً نکاح اسلام کی ایک سنت ہے لیکن یہ اس وقت حرام ہوجاتا ہے۔ جب کہ اس کا مقصد بیوی کو تکلیف پہنچانا یا اس پر ظلم کرنا ہو۔ اسی لئے بیوی کو آزاد کرنے کے مقابلے میں اس کے روکے رکھنے کو اللہ تعالیٰ صرف اسی وقت زیادہ پسند فرماتا ہے۔ جب کہ روکنے کا مقصد زوجیت کی زندگی کو باقی رکھنا اور بیوی کے حقوق کو ادا کرنا ہو لیکن اگر روکنے کا مقصد عورت کو تکلیف پہنچانا ہو تو یہ روکنا حرام ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ۔ (۸)

یعنی ان عورتوں کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت روکے رکھو اس ارادے سے کہ ان پر ظلم کیا کروگے۔ اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔

یہ امر قابل لحاظ ہے۔ کہ اس قاعدہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ صرف وہ نیت جس سے کسی فعل کا تعلق نہ ہو اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا۔ لہذا اگر کسی شخص نے بیوی کو طلاق دینے کی صرف نیت کی لیکن اس کو طلاق نہیں دی تو اس کو طلاق

واقع نہیں ہوگی۔(۹) اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنے گھر کو فروخت یا ھبہ کرنے کی نیت کی لیکن اپنی زبان سے کوئی ایسا لفظ نہیں بولا جو اسکی نیت پر دلالت کرے تو وہ فعل واقع نہیں ہوگا جسکی اس نے صرف نیت کی ہے۔

۲۔عقود میں مقاصد و معانی کا اعتبار ہوتا ہے۔الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا۔

پہلا قاعدہ اس دوسرے قاعدے کو مشتمل ہے۔اس لئے کہ عقد ان امور میں سے ہے جن کو انسان انجام دیتا ہے۔ اور جس طرح ان امور پر احکام مرتب کرنے میں فاعل کا مقصد پیش نظر ہوتا ہے۔اسی طرح عقد میں حکم کرنے میں فاعل کا قصد پیش نظر ہوتا ہے۔ لہذا عقود میں محض الفاظ پر احکام مرتب نہیں ہوتے یعنی جن معانی پر یہ الفاظ مشتمل ہوتے ہیں صرف ان پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا۔بلکہ صیغہ عقد میں مستعمل الفاظ سے عاقدین کا جو مقصد ہوتا ہے۔اس پر احکام مرتب ہوتے ہیں۔اس لئے کہ کلام کا حقیقی مقصد معانی ہیں اور مقاصد ہی عقود کی حقیقت ہیں اور الفاظ کا اعتبار صرف اس لئے کیا جاتا ہے۔کہ وہ مقاصد پر دلالت کرتے ہیں۔ لہذا جب مقصد ظاہر ہو جائے تو اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اسی پر حکم مرتب ہوگا۔لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے۔کہ الفاظ بالکل مہمل ہیں بلکہ وہ معنی کے قالب ہیں۔ لہذا پہلے تو الفاظ کے ظاہری معانی کا لحاظ کیا جائے گا۔لیکن جب ظاہری معنی اور عاقدین کے مقصد کو جمع کرنا دشوار ہو جائے تو معانی مقصود کی طرف رجوع کیا جائے گا۔اور الفاظ کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اور عاقدین کے مقصد کا پتہ صیغہ عقد یا قرینہ حال سے چلے گا۔اسی لئے صیغہ اور معنی مقصود کے درمیان مناسبت ہونا ضروری ہے۔ (۱۰)

اس قاعدہ کے فروع میں سے مندرجہ ذیل مسائل ہیں۔ (۱۱)

(الف) ہبہ میں اگر معاوضہ کی شرط ہو تو ہبہ نہیں ہوگا بلکہ بیع ہوگی۔ لہذا اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ پچاس دینار کے بدلے میں میں نے تم کو یہ گھوڑا ہبہ کیا اور دوسرے نے اسے قبول کر لیا۔تو اسے بیع شمار کیا جائے گا۔اگرچہ اس کے لئے ہبہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے

(ب) عاریت میں اگر معاوضہ کی شرط ہو تو اسے اجارہ شمار کیا جائے گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے یہ کہے کہ میں نے تم کو پانچ دینار کے عوض اپنی سائیکل عاریت دی تاکہ تم اس سے فلاں مقام تک سفر کرو اور دوسرے شخص نے اسے قبول کر لیا تو یہ عاریت نہیں ہوگی۔ بلکہ اجارہ ہوگا۔

(ج) اگر کسی شخص نے اس شرط کے ساتھ عقد حوالہ کیا کہ اصل سے بری الذمہ نہ ہوگا۔تو اسے عقد کفالہ سمجھا جائے گا۔مثلاً اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میرے ذمہ تمہارا جو مال قرض ہے وہ میں نے اس شرط کے ساتھ فلاں شخص کے حوالہ کیا کہ تمہارا قرض اس وقت تک میرے ذمہ باقی رہے گا۔جب تک وہ فلاں شخص تمہارا قرض ادا نہ کرے۔ تو یہ عقد کفالہ ہوگا۔اور عقد حوالہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ حوالہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے ذمے سے دوسرے کے ذمے قرض منتقل کرنا ہے۔یہاں قرض منتقل نہیں ہوا۔

۳۔ کلام میں اصل حقیقت ہے۔

حقیقت کا مطلب ہے لفظ کو ایسے معنی میں استعمال کرنا جس کے لئے وہ وضع کیا گیا ہے۔ جیسے لفظ اسد کو مشہور حیوان یعنی شیر کے لئے استعمال کرنا۔

مجاز کا مطلب ہے۔ لفظ کو ایسے معنی میں استعمال کرنا جس کے لئے وہ وضع نہیں کیا گیا ہے۔ بشرطیکہ معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان کوئی تعلق ہو اور ساتھ ہی ایسا قرینہ موجود ہو جو حقیقی معنی مراد لینے سے مانع ہو جیسے لفظ نور کا اطلاق اسلام یا علم پر۔

اس قاعدہ کا مقصد یہ ہے کہ کلام کو اسے حقیقی معنی پر محمول کرنا قابل ترجیح ہے نہ کہ معنی مجازی پر محمول کرنا۔ البتہ اگر حقیقی معنی مراد لینا دشوار ہو جائے تو مجازی معنی کیطرف رجوع کیا جائے گا۔ اور اسی بنیاد پر لوگوں کے عقود و تصرفات کی تفسیر کی جائے گی مثلاً اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنا گھر اپنی اولاد پر وقف کیا، پھر فقراء پر۔ تو یہ وقف صرف صلبی اولاد کیطرف منتقل ہوگا۔ اور پوتوں کو شامل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ لفظ اولاد صلبی اولاد کے لئے حقیقت ہے۔ اور پوتوں کے لئے مجازاً استعمال ہوتا ہے۔ (۱۲)

لیکن اگر وقف کرتے وقت وقف کرنے والے کی صلبی اولاد موجود نہ ہو بلکہ صرف پوتے ہوں تو یہ وقف پوتوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ صلبی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے لفظ کو حقیقی معنی یعنی صلبی اولاد پر محمول کرنا متعذر ہے۔ (۱۳)

۴۔ کلام کو مہمل قرار دینے کے مقابلہ میں اس کو معنی پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔

جب تک کلام کو حقیقی یا مجازی معنی پر محمول کرنا ممکن ہو اس کو مہمل و بے معنی قرار دینا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ کلام میں اصل حقیقت ہے لہذا جب تک کلام کو حقیقی معنی پر محمول کرنا متعذر نہ ہو جائے اسے مجازی معنی پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ اور لفظ میں جب تاکید یعنی کلام سابق میں زور پیدا کرنا اور تاسیس یعنی نئے سرے سے بنیاد رکھنے کا احتمال ہو تو اسے تاسیس پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ تاسیس ایک ایسے نئے معنی کا فائدہ دیتی ہے جس پر لفظ سابق مشتمل نہیں ہوتا اور تاکید صرف لفظ سابق کے اعادہ کا فائدہ دیتی ہے۔ لہذا اگر کسی شخص نے یہ اقرار کیا کہ وہ دوسرے شخص کا دس دینار کا مقروض ہے لیکن اس نے قرض کا سبب نہیں بیان کیا بلکہ اس نے قرض خواہ کو اس کی دستاویز لکھ کر دیدی اس کے بعد اسی شخص مذکور کے لئے دوسری مرتبہ دس دینار کے قرض کا اقرار کیا اور اسکی بھی تحریر لکھ کر اس کو دے دی اور اسکی بھی وجہ بیان نہیں کی کہ یہ قرض کس سلسلے میں ہے تو ان دونوں صورتوں میں اس کے اقرار کو تاسیس پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی دوسری دستاویز کا قرض پہلی دستاویز کے علاوہ ہوگا۔ (۱۴)

لیکن جب کلام پر عمل کرنا متعذر ہو جائے تو ایسی صورت میں کلام مہمل ہو جائے گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے بارے میں جو عمر میں اس سے بڑا ہو یہ اقرار کرے کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ تو اس کا یہ کلام مہمل ہو جائے گا۔

۵۔خاموش رہنے والے کی طرف کوئی قول منسوب نہیں کیا جائے گا۔لیکن ضرورت کے موقع پر خاموش رہنا بیان کے مترادف ہے۔

یعنی خاموش رہنے والے کے متعلق یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ اس نے کوئی بات کہی ہے لیکن جہاں بولنا ضروری ہو وہاں سکوت اختیار کرنا اقرار و بیان کے مترادف ہوگا۔ یہ قاعدہ دو باتوں پر مشتمل ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں کیا جائے گا۔ لہذا اگر ایک شخص نے مالک کی موجودگی میں اس کا مال تلف کر دیا اور مالک خاموش رہا تو یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ صاحب مال کی طرف سے مال تلف کرنے کی اجازت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ضرورت کے موقع پر خاموش رہنا بیان کرنے کے مترادف ہے۔ مثلاً ایک شخص نے دوسرے کے پاس اپنا مال رکھا اور اس سے کہا کہ یہ مال تمہارے پاس امانت ہے اور جس کے پاس امانت رکھی گئی ہے وہ خاموش رہا تو ودیعت منعقد ہو جائے گی۔ اسی طرح جب نکاح کا ولی باکرہ لڑکی سے نکاح کی اجازت مانگے اور وہ لڑکی خاموش رہے تو اس کی یہ خاموشی اس کی طرف سے نکاح کی اجازت تصور کی جائے گی۔

۶۔نص کی موجودگی میں اجتہاد جائز نہیں ہے۔

کسی دلیل شرعی سے کسی شرعی حکم تک پہنچنے کے لئے اپنی پوری طاقت و قدرت خرچ کرنے کو فقہاء کی اصطلاح میں اجتہاد کہتے ہیں۔ اور اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ اجتہاد صرف انہی مسائل میں ہو سکتا ہے جن کے متعلق شریعت میں کوئی نص صریح موجود نہ ہو۔ لیکن جن مسائل کے متعلق نص صریح موجود ہو ان میں اجتہاد جائز نہیں ہے۔ مثلاً سود کی حرمت کے متعلق نص وارد ہوئی ہے۔ لہذا اس کے حلال کرنے کے لئے اجتہاد جائز نہیں ہے۔ اسی طرح میراث کے متعلق نص وارد ہوئی ہے کہ: للذکر مثل حظ الانثیین (۱۵)

یعنی مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔ لہذا مردوں کو عورتوں کے برابر حصہ دینے کے لئے اجتہاد جائز نہیں۔

۷۔یقین شک سے نہیں زائل ہوتا ہے۔

لغت میں یقین کسی چیز کو برقرار رکھنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں کسی چیز کے واقع ہونے یا واقع نہ ہونے کے متعلق بےشک و شبہ علم حاصل ہونے کو یقین کہتے ہیں۔ اور ظن غالب حکم کے سلسلے میں یقین کے درجہ میں ہے۔

اور کسی چیز میں تردد کرنے کو لغت میں شک کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں فعل کے وقوع یا عدم وقوع میں تردد کو شک کہتے ہیں۔ یعنی فعل کے وقوع کو عدم وقوع پر ترجیح دینے والی کوئی چیز موجود نہ ہو۔ (۱۶)

اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق یقین ہو وہ اس شک سے زائل نہیں ہوگا۔ جو اس پر طاری ہو جائے البتہ اسی جیسے یقین سے زائل ہوگا۔ مثلاً کسی شخص کے ذمہ قرض کا ثبوت اس وقت تک زائل نہیں ہوگا۔ جب تک قرض خواہ

اس کو بری الذمہ نہ کر دے یا مقروض اسے ادا نہ کر دے۔ اسی طرح جس کا نکاح ثابت ہو گیا ہو اس کی زوجیت یقین کے بغیر زائل نہیں ہو گی۔ یا مثلاً کوئی شخص شرعی سبب کی وجہ سے کسی چیز کا مالک ہو تو اسکی یہ ملکیت اس وقت تک زائل کرنے والی کوئی چیز ثابت نہ ہو۔ (۱۷)

مذکورہ بالا تمام مثالوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک چیز یقینی طور پر ثابت ہے۔ لہذا یہ یقین اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اس کی نفی پر دلیل قائم نہ ہو اور چونکہ خالی شک یقین کو متزلزل کرنے کی قوت نہیں رکھتا۔ لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔

۸۔ بری الذمہ ہونا اصل ہے۔

ذمہ ایک وصف شرعی ہے جس کے ذریعے انسان ان حقوق کا اہل ہوتا ہے جو اس کے لئے ہیں یا اس کے اوپر ہیں۔

اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ انسان کسی دوسرے کے لئے کسی حق میں مشغول نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو دوسرے کے ہر حق سے بری ہوتا ہے البتہ اس کے ذمہ کوئی چیز اس وقت عائد ہوتی ہے جب دوسروں کے ساتھ وہ کوئی معاملہ کرتا ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے متعلق قرض کا دعویٰ کرے تو اس میں اصل یہ ہے کہ اس کے ذمہ قرض اس وقت تک ثابت نہیں ہو گا، جب تک مدعی اس قرض کو ثابت نہ کرے اور جس شخص کے خلاف قرض کا دعویٰ کیا گیا ہے اس وقت تک بری الذمہ ہے جب قرض لینا ثابت نہ ہو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ متہم کی مصلحت کے مطابق شک کی تفسیر کی جائے گی۔ (۱۸) اس لئے کہ اصل براءت ہے اور اس کے قرض لینے میں شک کی صورت میں براءت کا پہلو قابل ترجیح ہے لہذا ہم مقروض کی مصلحت کے مطابق شک کی تفسیر کریں گے اس لئے کہ متہم کو بری کرنے میں غلطی کرنا ایک بری شخص کو مقروض بنانے میں غلطی کرنے سے بہتر ہے۔

۹۔ (ثبوت) مدعی کے ذمے ہے اور انکار کرنے والے پر قسم ہے۔ (۱۹)

فقہاء کے نزدیک بینۃ (ثبوت) سے مراد وہ شہادت ہے جو مدعی کے دعویٰ کی تائید کرے۔ (۲۰) مگر تحقیق یہ ہے کہ بینۃ شہادت میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ بینۃ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو حق کو بیان کرے اور ظاہر کرے۔ (۲۱)

عقل سلیم اس قاعدہ کی تائید کرتی ہے اس لئے کہ مدعی کا دعویٰ ظاہر کے خلاف ہے۔ اور بری الذمہ ہونا اصل ہے۔ لہذا مدعی کے ذمے یہ بات ہے کہ وہ اپنے دعویٰ کی صحت کو ثابت کرے اور جب کسی طریقہ سے اس کی سچائی ظاہر ہو جائے تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور اگر اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے اور بینۃ پیش کرنے سے عاجز ہو اور مدعا علیہ دعویٰ کا انکار کرے تو اسے قسم کھانا ہو گی۔ اور جب وہ قسم کھائے گا۔ تو پھر اس کے ذمے کوئی چیز نہیں ہو گی اور مدعی کا دعویٰ رد کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ قسم کی وجہ سے مدعا علیہ کی سچائی ثابت ہو چکی ہے (۲۲)

۱۰۔ جس چیز کا لینا حرام ہے ۔ اس کا دینا بھی حرام ہے ۔

کسی دوسرے شخص کو حرام چیز دینا اور کسی دوسرے سے حرام چیز لینا حرمت میں برابر ہے ۔ اس لئے کہ منکر و فاسد و محرمات کا ازالہ شریعت میں مطلوب ہے ۔ لہٰذا اگر انسان ان مفاسد کے ازالے سے عاجز ہو تو کم از کم ان کی زیادتی اور وقوع پذیر ہونے میں اعانت سے باز رہے اسی لئے رشوت دینا اسی طرح ناجائز ہے جس طرح رشوت لینا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

لعن اللہ الراشی والمرتشی (۲۳) یعنی رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر اللہ کی لعنت ہے ۔ اسی طرح سود لینا اور سود دینا جائز نہیں ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : لعن اللہ آکل الربو و موکلہ ۔ (۲۴) یعنی سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر اللہ کی لعنت ہے ۔

۱۱۔ رعایا پر تصرف کرنا مصلحت سے وابستہ ہے ۔

رعایا سے مراد وہ عام لوگ ہیں جو کسی ولی کی ولایت کے تحت ہوں جیسے بادشاہ ، حاکم اور دیگر امور کے باقی تمام ولی ۔ لہٰذا جو شخص لوگوں کے کسی امر کا ولی ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف ایسے تصرفات کرے جو لوگوں کی مصلحت کے مطابق ہوں ۔ اس لئے کہ اسے صرف اس لئے ولی بنایا گیا ہے اور محض اس لئے اسے یہ اقتدار دیا گیا ہے کہ وہ ان کی خدمت کرے ، ان میں عدل قائم کرے اور ان کی خیر و مصلحت کا لحاظ رکھے ۔

یہ قاعدہ شرعی سیاست کی ایک عظیم الشان اصل کو بیان کرتا ہے ۔ اور اسی قاعدہ کی بنا پر کسی حاکم کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ عام عہدوں پر امانت دار حاکم کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا تقرر کرے ۔ حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ :

من ولی من امر المسلمین شیئاً فولی رجلا وھو یجد من ھو اصلح للمسلمین منہ فقد خان اللہ ورسولہ ۔ (۲۵) یعنی جو شخص مسلمانوں کا والی بنایا جائے اور وہ کسی ایسے شخص کو حاکم بنائے جس سے زیادہ صلاحیت والا آدمی مسلمانوں کے لئے موجود ہو تو اس نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ۔

اسی طرح کسی والی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی حرام چیز کی اجازت دے جیسے جوا ، شراب و فسق وغیرہ ۔ اگرچہ ٹیکس وغیرہ کی جمع کے سلسلے ہی میں کیوں نہ ہو ۔

۱۲۔ نہ ضرر جائز ہے اور نہ اضرار

کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے انسان کو اس کے جان یا مال میں ضرر پہنچائے اس لئے کہ ضرر ایک ظلم ہے اور تمام شریعتوں میں ظلم حرام ہے ۔ لیکن صرف وہ ضرر ممنوع ہے جو بالکل واضح اور حد سے بڑھا ہوا ہو اگرچہ کسی امر مباح کے کرنے سے وہ ضرر پیدا ہو مثلاً ایک شخص اپنے گھر میں پڑوسی کی دیوار سے ملحق کوئی کنواں ، چہ بچہ

موری یا بدرو کھود دے یا ایسی دیوار بنائے جو پڑوسی کی روشنی کو روک دے۔ اسی طرح وہ ضرر بھی ممنوع ہے جو کسی ناجائز و غیر مشروع فعل سے پیدا ہو مثلاً کوئی شخص عام رہگذر میں کوئی گڑھا کھود دے۔ لیکن وہ ضرر جو کسی جائز فعل کے کرنے سے پیدا ہو وہ منع نہیں ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنے گھر میں کوئی ایسی دیوار بنائے جو اس کے پڑوسی کی کھڑکی کے روشندان کو بند کر دے۔ (۲۶)

اسی طرح ضرار یعنی ضرر کا مقابلہ ضرر سے کرنا بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ جس شخص کو کوئی ضرر پہنچے اسے اپنے ضرر کے بدلے کے لئے قاضی کی عدالت کیطرف رجوع کرنا چاہئے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی دوسرے کا مال تلف کر دے تو اس دوسرے شخص کو تلف کنندہ کا مال تلف کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اسے ضرر کے ازالہ کے لئے عدالت کیطرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ لیکن یہ لحاظ رہے کہ کبھی ضرر کے ذریعے ضرر کا مقابلہ کرنا مباح بلکہ واجب ہوتا ہے۔ مثلاً حکام مجرموں کو جو سزائیں دیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جرم کے بدلے میں سزا دینا ایک ضرر ہے۔ لیکن شریعت نے نہ صرف اس کی اجازت دی ہے کہ بلکہ اس کو ضروری قرار دیا ہے۔ تاکہ مجرمین جرم سے باز رہیں اور لوگوں پر ظلم نہ کرنے پائیں۔

۱۳۔ ضرر کا ازالہ ضروری ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ضرر ایک ظلم ہے۔ لہٰذا اس کا ازالہ واجب ہے اس قاعدہ پہ بہت سے فروع مبنی ہیں مثلاً عیب کی وجہ سے خرید کردہ مال کو واپس کرنا، بچہ اور دیوانہ کو مالی معاملات سے روکنا، شفعہ کا نظام رائج کرنا، تلف شدہ مال کا تاوان ادا کرنا، فتنوں کا قلعہ قمع کرنا، باغیوں کو قتل کرنا، وبائی امراض کو پھیلنے سے روکنے کے لئے حفاظتی تدابیر اختیار کرنا، ٹال مٹول کرنے والے قرضدار کے مال کو ادائیگی قرض کے لئے فروخت کرنا، یا اپنے گھر میں چمڑا پکانے کا ایسا کارخانہ قائم کرنے سے روکنا جس سے پڑوسیوں کو تکلیف ہوتی ہو اور اسی طرح کے دوسرے مسائل۔ لیکن جب ضرر کا ازالہ ضروری ہو تو اسی جیسے یا اس سے زیادہ ضرر پہنچا کر ضرر کا ازالہ کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کے متعلق الگ ایک دوسرا قاعدہ موجود ہے اسی وجہ سے فروخت شدہ مال میں اگر کوئی نیا عیب پیدا ہو جائے تو خریدار کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ پرانے عیب کی وجہ سے خرید کردہ مال بیچنے والے کو واپس کرے۔ لیکن ضرر کو بقدر امکان زائل کرنا ضروری ہے اور اس کیلئے جو ذریعہ بھی ممکن ہو اختیار کیا جائے۔ مثلاً ایک شخص اپنے گھر میں ایسی کھڑکی لگانا چاہتا ہے جس سے پڑوس کی عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے۔ تو اس شخص کو اس سے روکا جائے گا۔ البتہ اگر اس پر اس نے ایسا پردہ لگا دیا جو بے پردگی روکنے کے لئے کافی ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے ضرر کا ازالہ کر دیا۔

۱۴۔ ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص برداشت کیا جائے گا۔

ضرر عام وہ نقصان ہے جو عام لوگوں کو پہنچے اور ضرر خاص وہ نقصان ہے جو فرد واحد یا چند افراد کو پہنچے۔ لہٰذا ضرر خاص ضرر عام سے کمتر ہے اسی وجہ سے ضرر عام کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اگرچہ اس کی وجہ سے ضرر

خاص واقع ہو۔

اس قاعدہ پر بہت سے احکام مبنی ہیں مثلاً جاہل طبیب کو علاج کرنے سے روکنا اور مخول کرنے والے بے حیا مفتی کو فتویٰ دینے سے منع کرنا، یا آگ کے اثر کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے چند گھروں کو منہدم کر دینا، غذائی اشیاء کی قیمتیں مقرر کرنا جبکہ تاجروں کو انکی قیمتیں بڑھانے یا ذخیرہ اندوزی کرنے کا لالچ ہو، یا بعض اشیاء کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جانے سے روکنا جب کہ اسکی وجہ سے ان اشیاء کے نرخ بڑھنے کا اندیشہ ہو یا سڑک کے کنارے پر واقع ایسی دیوار کو منہدم کرنا جس کے گرنے کا خطرہ ہو۔

۱۵۔ ضرر خفیف کے ذریعے ضرر شدید کو زائل کرنا جائز ہے۔

مثلاً اگر ایک شخص کو بھوک کی وجہ سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو اس شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ دوسرے شخص کا اس قدر مال لے لے جو اس کی ہلاکت کو دور کر سکے اگرچہ اس کے لئے اسے صاحب مال پر جبر اور زبردستی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ البتہ اگر صاحب مال کو بذات خود اس شخص کی طرح سے اس مال کی ضرورت ہو تو پھر اس کا مال لینا جائز نہیں ہے۔ یا مثلاً بعض اقرباء کو نفقہ ادا کرنے پر مجبور کرنا، یا ٹال مٹول کرنے والے قرضدار کو قید کرنا۔ یا شہر کو غرق ہونے سے بچانے کے لئے بند کو توڑ دینا۔

۱۶۔ ضرورتیں محرمات کو مباح کر دیتی ہیں۔

ضرورت ایک سبب ہے جو بعض اوقات انسان کو حرام فعل کے ارتکاب پر مجبور کر دیتا ہے ــــ لہٰذا شریعت نے ضرورت کو ایک ایسا عذر تسلیم کیا ہے جس کی وجہ سے ناجائز و ممنوع جائز مباح ہو جاتے ہیں۔ مثلاً حالت اضطراب میں مردار کا گوشت کھانا، یا شدید جبر کی صورت میں کلمہ کفر کہنا، یا اگر جہاز بھاری بوجھ کی وجہ سے ڈوبنے کے قریب ہو تو لوگوں کو ڈوبنے سے بچانے کے لئے اس جہاز کے کچھ سامان کو سمندر میں پھینک دینا، یا اگر جان کا ہلاک ہونا یقینی ہو تو غیر کا مال چھین لینا۔ لیکن اس سلسلے میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ کہ جو چیز کسی ضرورت کی وجہ سے جائز کی گئی ہے وہ ضرورت کی مقدار سے زائد نہ ہو لہٰذا جو شخص مردار کا گوشت کھانے پر مجبور ہو وہ صرف اس قدر کھائے جس سے اسکی جان بچ سکے۔ پیٹ بھر کر کھانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح سمندر میں صرف اس قدر سامان ڈالا جائے گا جس سے جہاز ڈوبنے سے محفوظ ہو جائے۔ اس سے زائد نہیں۔

۱۷۔ حاجت ضرورت کی قائم مقام ہے۔

حاجت عامہ وہ حاجت ہے جو کسی خاص انسان یا دنیا کے کسی خاص حصے سے مخصوص نہ ہو بلکہ ان سب میں عام ہو مثلاً مزدور رکھنے اور مزدوری رکھنے کی حاجت۔ اور حاجت خاصہ وہ حاجت ہے جو خاص انسان، خاص گروہ یا خاص صنف سے مخصوص ہو۔ مثلاً تاجروں کو حاجت ہوتی ہے کہ وہ تجارت کے لئے صرف تھوڑے سے نمونہ

کو پوری چیز کے دیکھنے کے اختیار کو ساقط کرنے والے کی حیثیت سے اعتبار کریں۔ (۲۷)

یا بیع سلم اور بیع استصناع (۲۸) کی چونکہ حاجت ہوتی ہے۔ اس لئے شریعت نے ان دونوں کی اجازت دی ہے۔

۱۸۔ منفعت حاصل کرنے کے مقابلے میں مضرت کا دور کرنا بہتر ہے۔

شریعت کے احکام کا مقصد خرابیوں کو دور کرنا اور بھلائی کا حاصل کرنا ہے اور ایسی چیزیں بہت کم ہیں جن میں صرف بھلائی ہی بھلائی ہو یا ان میں صرف خرابی ہی خرابی ہو۔ بلکہ زیادہ تر چیزیں ایسی ہیں جو بھلائی اور برائی دونوں پر مشتمل ہیں۔ (۲۹) اسی لئے جب بھلائی اور برائی دونوں میں تعارض ہو تو خرابی دور کرنے کو بھلائی حاصل کرنے پر فوقیت ہوگی اس لئے کہ شریعت نے اوامر کے مقابلہ میں نواہی پر زیادہ توجہ دی ہے۔ اسی بنیاد پر انسان کو ایسا کام کرنے سے منع کیا جائے گا جو کہ دوسرے کو نقصان پہنچائے اور اس فائدہ کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ جو اس کام کے کرنے سے کسی کو حاصل ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی ملکیت میں کوئی ایسا تصرف کرنا چاہے جس سے اس کے پڑوسی کو زیادہ نقصان پہنچے اور مالک کو اس تصرف سے کم فائدہ پہنچے تو مالک کو ایسے تصرف سے روک دیا جائے گا۔

۱۹۔ عادت حج کی حیثیت رکھتی ہے۔

عادت کے معنی ہیں کسی چیز کی تکرار اور اس کا بار بار ہونا یہاں تک کہ وہ چیز دل میں جم جائے اور اس کے نزدیک مقبول و پختہ ہو جائے۔ اور عرف بھی عادت کے معنی میں ہے۔

اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ عادت خواہ عام ہو یا خاص شرعی حکم ثابت کرنے کے لئے حکم یعنی حجج کی حیثیت رکھتی ہے یعنی اگر کسی معاملے میں کوئی نزاع یا اختلاف ہو تو اس میں عادت کیطرف رجوع کیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ ایسی دلیل ہے جس پر حکم کا دارومدار ہے۔ لیکن شرعی حکم ثابت کرنے کے لئے عادت صرف اسی وقت حج بن سکتی ہے جبکہ اس حکم کے بارے میں کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو اور اگر کوئی نص موجود ہو تو پھر اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ اور نص کو چھوڑ کر عادت پر عمل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (۳۰)

اس قاعدہ کی مثال یہ ہے کہ وقف کرنے والوں کے الفاظ کی تفسیر و تعبیر ان کی عادت و عرف کے مطابق ہوگی۔ یا مثلاً اگر کسی شخص نے اپنے کپڑے درزی کو سینے کے لئے یا دھوبی کو دھونے کے لئے دئے، یا ایسی کشتی پر سوار ہو، جس کا مالک اجرت لینے میں مشہور ہے تو یہ سب لوگ اُجرت کے مستحق ہوں گے۔ اسی طرح ہر وہ چیز جس کے متعلق یہ عرف و رواج ہو کہ وہ بغیر تذکرہ کئے فروخت شدہ چیز کے ساتھ شامل ہو جاتی ہو تو چیز شامل ہو جائے گی مثلاً ایک شخص نے اپنا گھر فروخت کیا تو از روئے عرف بغیر ذکر کئے اس میں وہ باغ بھی شامل ہو جائے گا جو اس سے متعلق ہو۔

لیکن اس چیز کا خیال رکھنا چاہیئے کہ عادت کا اعتبار صرف اس وقت ہوتا ہے جب وہ عام ہو یعنی اس کی

خلاف ورزی کبھی نہ ہوتی ہو یا وہ عادت غالب ہو یعنی کبھی کبھی اس کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ ساتھ ہی عادت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ یہ عادت اس چیز کے ساتھ ہو یا اس سے پہلے ہو جس میں عادت کا حکم جاری کرنا مقصود ہو اور اگر عرف و عادت کا وجود اس چیز کے بعد ہو تو ان کا اعتبار کرنا ناجائز نہیں ہوگا۔ اسی طرح عادت کے لئے یہ شرط بھی ہے کہ نہ تو وہ شارع کی نص کے خلاف ہو اور نہ معاملہ کرنے والے دونوں فریقوں کی شرائط کے خلاف ہو۔

عرف کی رعایت ہی کی بنیاد پر فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ :-

المعروف عرفا کالمشروط شرطا - یعنی جس چیز کا عرف میں رواج ہو وہ ایسی ہے جیسے گویا وہ مشروط ہے۔

مثلاً ہوٹل میں سونا، حمام میں غسل کرنا اور مطبخ میں کھانا کھانا ان میں سے ہر ایک کی اجرت ادا کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ عرف میں اس کا رواج ہے اگرچہ معاملہ کرنے سے پہلے اس کا ذکر نہ کیا جائے اسی طرح اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کو کسی کام میں مشغول کرے اور اس سے اُجرت طے نہ کرے تو عرف کو دیکھا جائے گا۔ اگر عرف اس کی اجرت کا تقاضا کرتا ہے۔ تو اس کو اجرت دلوائی جائے گی۔ جیسے دلال اور اگر عرف میں اس کے لئے اجرت کا رواج نہ ہو تو اس کام میں مشغول ہونے والا شخص اُجرت کا مستحق نہ ہوگا۔ (۳۱)

اسی قاعدہ سے یہ قاعدہ بھی متفرع ہوتا ہے۔ کہ عرف جس چیز کے معین کرنے کا فیصلہ کرے وہ ایسا ہی ہے جیسے نص سے اس کی تعیین ہوتی ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو بیع مطلق کے لئے وکیل مقرر کرے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ثمن مثل پر فروخت کرنے کا پابند ہے۔ اسی طرح امانتوں کے متعلق عرف کا تقاضا یہ ہے کہ انکی اسی طرح حفاظت کی جائے جس طرح کہ عادت کی رو سے ان کی مثل کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اگرچہ امانت رکھنے والے شخص نے حفاظت کی شرط نہ لگائی ہو۔

۲۰۔ زمانہ کی تبدیلی سے احکام بدل جاتے ہیں۔

زمانہ بدل جانے سے جو احکام بدل جاتے ہیں یہ وہ احکام ہیں جو عرف و عادات پر مبنی ہیں۔ زمانہ بدل جانے سے ان کے احکام بدل جاتے ہیں اس لئے کہ زمانہ کی تبدیلی سے لوگوں کی حاجتیں بدل جاتی ہیں اور اس تبدیلی کی وجہ سے عرف بھی بدل جاتا ہے اور عرف کی تبدیلی سے وہ احکام بھی تبدیل ہو جاتے ہیں جو عرف پر مبنی ہوتے ہیں لیکن وہ احکام جو نص شرعی پر مبنی ہیں اور عرف و عادت پر مبنی نہیں ہیں وہ تبدیل نہیں ہوتے۔ مثلاً قتل عمد کا قصاص چونکہ کسی عرف و عادت پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ نص شرعی پر مبنی ہے۔ لہذا اس کا حکم زمانہ کی تبدیلی سے تبدیل نہیں ہوگا۔

اس قاعدہ کی مثال یہ ہے کہ پرانے زمانہ میں عرف یہ تھا کہ کسی مکان کی ایک کھڑکی دیکھ لینے سے بقیہ مکان دیکھنے کا اختیار ساقط ہو جاتا تھا لیکن جب عرف تبدیل ہو گیا تو فقہاء نے یہ فتویٰ دیا کہ صرف ایک کھڑکی دیکھ لینے سے بقیہ مکان دیکھنے کا اختیار ساقط نہیں ہوگا بلکہ گھر کے تمام متعلقات کو دیکھنا ضروری ہے۔ یا مثلاً امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ

مال کے دعوٰی میں گواہوں کا تزکیہ لازم نہیں تاوقتیکہ فریق مخالف ان گواہوں کو مطعون نہ کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کے زمانے میں لوگ نیک اور صالح ہوتے تھے لیکن جب لوگوں کے حالات بدل گئے اور ان کی ذمہ داری میں فتور آگیا توامام ابویوسف اور امام محمد بن حسن الشیبانی نے فتوٰی دیا کہ گواہوں کے ظاہر و باطن کا تزکیہ ضروری ہے۔ اسی طرح حنفی فقہاء کے نزدیک غاصب پر کوئی تاوان نہیں ہے لیکن متاخرین فقہاء حنفیہ نے یہ فتوٰی دیا کہ وقف اور یتیم کا مال غصب کرنے والے پر تاوان واجب ہے اور اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ متاخرین کے دور میں لوگ غصب کے ذریعے وقف اور اموال یتامٰی سے نفع حاصل کرنے میں تساہل کے عادی ہوگئے تھے۔

۲۱۔ شاذ و نادر کا اعتبار نہیں ہے بلکہ غالب شائع کا اعتبار ہے۔

شائع :۔ اس امر کو کہتے ہیں جو اس قدر عام ہو کہ سب لوگوں کو معلوم ہو اور ان سب کے درمیان وہ بات پھیل گئی ہو۔

نادر :۔ وہ امر ہے جو کم وقوع پذیر ہو۔

احکام مرتب کرنے میں امر شائع کا اعتبار ہوتا ہے اور اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے اور امر نادر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ مثلاً پندرہ سال میں بالغ ہونے کا حکم۔ اس لئے کہ عام طور سے اسی عمر میں لڑکے بالغ ہوجاتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگ سترہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں بالغ ہوتے ہیں۔ اسی طرح لڑکے کی مدّت حضانت سات سال ہے اور لڑکی کی نو سال ہے۔ اس لئے کہ عام طور سے یہی شائع و ذائع ہے کہ لڑکا جب سات سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو کھانے پینے اور اسی طرح کی دوسری چیزوں میں دوسروں کی مدد سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ (۳۲)

۲۲۔ جو شخص نفع حاصل کرے گا وہی نقصان بھی برداشت کرے گا۔

یعنی جو شخص کسی چیز سے فائدہ اٹھائے گا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا نقصان بھی وہی برداشت کرے گا۔ چنانچہ شرکاء تجارت اپنے حصص کے اعتبار سے خسارہ برداشت کریں گے جس طرح وہ اپنے حصص کے اعتبار سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح مشترک زمین کی درستگی وغیرہ کے اخراجات شرکاء اپنے حصص کے اعتبار سے برداشت کریں گے جس طرح وہ اپنے حصص کے اعتبار سے اس زمین سے پیدا ہونے والے غلّہ کے حقدار ہوتے ہیں۔ اسی طرح زمین کی رجسٹری کے اخراجات خریدار برداشت کرے گا۔ اس لئے کہ اس رجسٹری سے فائدہ بھی وہی اٹھائے گا۔

۲۳۔ جانور اگر کوئی نقصان پہنچائے تو اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔

چوپایہ اگر کسی چیز کو تلف کردے یا انسان کو کوئی نقصان پہنچائے تو وہ معاف ہے اور اس کے مالک پر کوئی تاوان نہیں ہے الا یہ کہ یہ ضرر اس مالک کی کسی زیادتی یا کوتاہی سے پہنچے۔ لہٰذا اگر کسی شخص نے اپنے گھوڑے کو کسی ایسی جگہ باندھا جو اسی کے لئے بنائی گئی تھی اور اس گھوڑے نے کسی دوسرے گھوڑے کو تلف کردیا تو اس کے مالک پر کوئی

تاوان نہیں ہوگا۔ لیکن اگر کسی نے اپنے جانور کو دوسرے کے کھیتوں میں آزاد چھوڑ دیا یا اس نے اپنے جانور کو دوسرے کے کھیتوں میں دیکھا اور اس نے اپنے جانور کو روکا نہیں تو دونوں صورتوں میں اس پہ تاوان ہوگا۔ پہلی صورت میں اس لئے کہ اس نے زیادتی کی ہے اور دوسری صورت میں اس لئے کہ اس نے کوتاہی کی ہے۔

۲۴۔ غیر کی ملکیت میں اسکی اجازت کے بغیر تصرف جائز نہیں۔

ہر شخص کی ملکیت قابل احترام ہے لہذا مالک کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ غیر کے ملک میں کوئی تصرف کرکے اس ملکیت کی بے حرمتی کرے۔ اس لئے مشترک مال کو شریک کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح پڑوسی کی دیوار کو اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ لیکن یہ اجازت کبھی یہ اجازت دلالتاً ہوتی ہے جیسے چرواہے کا اس بکری کو ذبح کرنا جو مرنے کے قریب ہے۔ اس میں دلالتاً اس چرواہے کو اس بکری کے ذبح کرنے کی اجازت ہے۔

جس طرح کسی کو غیر کی ملکیت میں اسکی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو غیر کی ملکیت میں تصرف کا حکم دے۔ اسی بنیاد پہ فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ "غیر کے ملک میں تصرف کا حکم باطل ہے۔" لہذا اگر مامور نے آمر کے حکم کی تعمیل کی تو اس کے فعل کی وجہ سے اس پہ تاوان ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی غیر کے حکم کی تعمیل میں کسی کا مال تلف کردے تو اس پہ تاوان ہوگا لیکن اگر اس سے تعمیل حکم زبردستی کرائی جائے تو اس پہ کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ البتہ اگر اسے یہ معلوم نہ ہو کہ آمر کے علاوہ کسی دوسرے کا یہ مال ہے تو اس پہ تاوان تو ہوگا لیکن اسے یہ حق بھی ہوگا کہ وہ اس تاوان کو آمر کی طرف موڑ دے اور اس سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ یہ تاوان ادا کرے۔

۲۵۔ اجرت اور ضمان (تاوان) دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔

ضمان (تاوان) سے مراد یہ کہ جس چیز پہ ضمان (تاوان) واجب ہو وہ چیز مثل والی ہو تو اس کا مثل دیا جائے گا اور اگر وہ چیز قیمت والی ہے تو اس کی قیمت ادا کی جائے گی۔

اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز میں ضمان تاوان واجب ہو اس میں اجرت واجب نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ضمان میں ملکیت کے معنی ہیں اور ضامن مالک کی طرح ہوتا ہے اور مالک کو اپنی ملکیت کی اجرت نہیں دی جاتی ہے۔ اسی طرح ضامن کو اجرت نہیں دی جائے گی۔ اسی لئے اگر کسی شخص نے کوئی چیز کرایہ پہ لی پھر اپنی کسی زیادتی یا کوتاہی کی وجہ سے اسے تلف کردیا تو تلف کردہ چیز کے مثل یا اسکی قیمت کا وہ ضامن ہوگا اور اس کے ذمے اس کی کوئی اُجرت نہیں ہوگی۔ (۳۲)

۲۶۔ جو شخص قبل از وقت کسی چیز کے حصول کی کوشش کرے گا وہ محروم ہوگا۔

اس قاعدہ کی بنیاد شرعی سیاست پہ ہے اور اس کا مقصد ان ذرائع کا سدِباب کرنا ہے جو فساد کا باعث

ہیں اور اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص غیر شرعی ذرائع اختیار کر کے اپنے مقصود کو جلد حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اپنے مقصود سے محروم کر دیا جائے گا یہ اس کی جلدی کی سزا ہے۔ مثلاً کوئی وارث اپنے مورث کو قتل کر دے تو وہ وراثت سے محروم ہوگا۔ اسی طرح اگر موصی لہ (جس کے لئے وصیّت کی گئی ہے) اپنے موصی (وصیّت کرنے والے) کو قتل کر دے تو موصی لہ محروم ہو جائے گا۔ یا جو شخص مرض الموت میں مبتلا ہے اگر وہ اپنی بیوی کو طلاق بائن دیدے تب بھی وہ بیوی اس کی وارث بنے گی تاکہ اس کے بُرے مقصد کی تکمیل نہ ہو۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اسکی عدت کے دوران نکاح کیا تو وہ عورت اس پر حرام ہو جائے گی اور ان دونوں کے درمیان تفریق کرادی جائے گی اور فقہائے سلف کے فتویٰ کے مطابق اس کے بعد وہ عورت اس مرد کے لئے کبھی حلال نہ ہو گی۔

کتابیات:- ۱۔ ابن نجیم الاشباہ والنظائر وشرحہ للحموی ص ۲۲ ۲۔ پروفیسر علی حیدر درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام ص ۱۵ ۳۔ ڈاکٹر عبدالکریم زیدان الوجیز فی اصول الفقہ ص ۱۱ ۴۔ پروفیسر مصطفٰے احمد الزرقاء۔ المدخل الفقہی العام۔ ۵۔ القرافی الفروق ص ۲-۳ ۶۔ النووی ریاض الصالحین ص ۱۲-۱۳ ۷۔ بخاری بدء الوحی ص ۲ پروفیسر منیر القاضی شرح المجلۃ ص ۵۴ ۸۔ سورہ البقرہ آیت ۲۳۱۔ ۹۔ پروفیسر علی حیدر درر الحکام ص ۱۹۔ ۱۰۔ پروفیسر منیر القاضی شرح المجلۃ ص ۵۶ ۱۱۔ پروفیسر علی حیدر درر الحکام ص ۱۹۔ ۱۲۔ السیوطی جلال الدین الاشباہ والنظائر ص ۵ ۱۳۔ پروفیسر علی حیدر درر الحکام ص ۵۳ ۱۴۔ پروفیسر علی حیدر درر الحکام ص ۲۰ ۱۶۔ سورۃ النساء آیت ۱۱ ۱۷۔ ڈاکٹر عبدالکریم زیدان الوجیز فی اصول الفقہ ص ۲۵۹ ۱۸۔ ڈاکٹر عبدالکریم زیدان الوجیز فی اصول الفقہ ص ۲۶۰ ۱۹۔ پروفیسر علی حیدر درر الحکام ص ۴۵۔ ۲۰۔ الجوزیۃ ابن القیم الطرق الحکمیۃ ص ۲۳ ۲۱۔ السیوطی جلال الدین الاشباہ والنظائر ص ۲۹۲ ۲۲۔ البیہقی السنن الکبریٰ ۸/۱۲۳ - ۱۰/۲۵۲ ، الزیلعی نصب الرایۃ ۴/۹۵-۹۶ ، العسقلانی الدرایۃ ۲/۱۷۵ رقم ۸۳۰ ، العسقلانی تلخیص الحبیر ۴/۲۰۸ رقم ۲۱۳۵ ، ابن قطلوبغا تخریج احادیث البزدوی ص ۱۷۵-۱۷۶ ، الترمذی سنن ۲/۳۹۹ رقم ۱۳۵۶ ،الاحوذی تحفۃ رقم ۱۳۵۶ ، ابن الاثیر جامع الاصول ۱۰/۵۵۴ رقم ۷۵۱۰ ، ۱۰/۵۵۵ ، المناوی التیسیر ۱/۴۴۴ ، البخاری الرھن ۲/۵۲ ، المسلم الاقضیۃ ۳/۱۳۳۶ ، رقم ۱۷۱۱/۲ ، المسلم شرح النووی ج ۲ ص ۲ ، ابن ماجہ الاحکام ۲/۷۷۸ رقم ۲۳۲۱ ، ابوحنیفہ مسند ص ۲۲۰۔ رقم ۴۹۴ ، ابوحنیفہ جامع المسانید ۔ ۲/۲۷۰-۲۷۱۔ ۲۳۔ بخاری ج ۲ کتاب اللباس باب الوشمۃ ص ۲۷۹ ۔ مسلم ج ۱۱۔ کتاب المساقاۃ ۔ باب الربا ص ۲۶ ۔ ترمذی ج ابواب البیوع باب اکل الربو ص ۱۴۵۔ ابوداود کتاب البیوع باب آکل الربا و موکلہ ص ۱۱۷۔ النسائی ج ۸۔ کتاب الزینۃ باب الموتشمات ص ۱۴۷-۱۴۸۔ ابن ماجہ ج ۲ التجارات باب التغلیظ فی الربا ص ۴۰۔ دارمی بیوع ۳۸۵ حدیث نمبر ۲۵۰۶ مسند احمد بن حنبل مسند ج ۱۔ ص ۸۳-۸۸-۹۳-۱۰۷-۱۲۱

باقی صد ۵۹ پر

رائد التضامن الاسلامی

شاہ فیصل شہید رحمۃ اللہ علیہ
اور انکی دینی دعوت

مولانا نصیب علی شاہ بخاری فاضل دار العلوم حقانیہ
نار جعفر بنوں

جلالۃ الملک شاہ فیصل شہیدؒ کی بلند پایہ شخصیت اور ان کی گوناگوں خصوصیات سے پورا عالم اسلام بخوبی واقف ہے وہ بڑے دور اندیش انتہائی زیرک، دانا اور سیاستدان ہونے کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ کے نقیب اور ایک عظیم داعی تھے۔ عالم اسلام کی تعلیمی تہذیبی تمدنی معاشی اور ثقافتی ترقی کے بے حد بہی خواہ تھے۔ انہوں نے عالم اسلام کے اتحاد و ترقی کے لیے دلی تڑپ کے ساتھ ہر موقع پر دور رس اثرات کی حامل تقاریر کیں۔ بلاشبہ احیاء اسلام کے لیے ان کی خدمات اور جذبات کو بعد کی نسل اپنے ماضی کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے گی۔ شاہ فیصل شہیدؒ کے احساسات اور جذبات کی فکری روشنی موجودہ دور کے لئے عملی تکمیل کی متقاضی ہے۔ انہوں نے نئی نسل کے دینی اور قومی فرائض سے متعلق اپنے ایک خطاب میں فرمایا :

> "علم اور ڈگریاں حاصل کرنا کوئی کمال نہیں۔ اصل چیز جو اہم ہے وہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ یہ جذبہ بھی دلوں میں موجزن ہو کہ ہمارا دین، ملک اور قوم ہم پر جو فرائض عائد کرتے ہیں اسے بروئے کار لانے میں مفید ثابت ہوں۔"

مسلمانوں کی صفوں میں انتشار کی سامراجی طاقتوں اور مسلمانوں کی ترقی سے متعلق شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی کے قیام کے موقعہ پر اپنے ایک خطاب میں فرمایا :

> "بعض شیطان صفت لوگ اس قدر بدباطن ہیں کہ وہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسے افراد کی مذموم حرکات کی تہ میں ان کا یہ نظریہ بھی پایا جاتا ہے کہ شریعت اسلامیہ اور دین حقہ ترقی اور ارتقاء کے خلاف ہیں۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ یہ نظریہ چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ البتہ میں اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ نظریہ بعض حلقوں میں عام ہے۔"

دین اور ملک و قوم سے وفاداری کے سلسلہ میں حکمران بننے کے بعد ۰ ر دسمبر ۱۹۶۴ء کو اہل مکہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

"محبت اطاعت اور دلی جذبات کو زیبائشوں، تعطیلات، تہواروں یا ہجوموں کی ضرورت نہیں ہوتی ان کی بنیاد اس چیز پر ہوتی ہے کہ کوئی ایک شخص یا اشخاص کا گروپ واقعتاً خدا تعالیٰ پر اعتقاد کرکے اور ایک دوسرے پر اعتماد کرکے ان ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے۔ جو ہمارا دین ملک و قوم سے ہماری وفاداری ہم پر عاید کرتا ہے۔ بھائیو! آیئے ہم اپنے تمام اعمال میں محبت اور یقینی تعاون کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت نبوی کی رہنمائی میں اور اپنے متقی اباء و اجداد کی پیروی میں آگے بڑھیں۔"

طالب علموں کو مستقبل کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے مدینہ یونیورسٹی میں اپنے ایک خطاب کے دوران فرمایا :

"آپ کے سامنے ایک طویل اور کٹھن راستہ ہے مجھے امید ہے کہ آپ اپنے آپ کو علم اور کردار سے لیس کرکے اس قابل ہو جائیں گے کہ آپ کفار کے دلائل کا منطق سے مقابلہ کرتے رہیں گے۔ تاآنکہ آپ انہیں عقل اور صبر سے قائل نہیں کر لیتے کیونکہ یہی دعوت حق کا صحیح راستہ ہے اسلام میں شامل علم کی دعوت ہر انسانی علم اور افکار سے بالاتر ہے۔"

ملکی اور قومی ترقی سے متعلق ایرانی پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا :

"ایک ایسی فضا جو افراتفری اور صعوبت سے چھلنی ہو اور حریف اور اقتدار کے لئے جل رہے ہوں۔ وہ اصلاح یا کسی قوم کی تعمیر کے لئے ثمر آور بنیاد فراہم نہیں کر سکتی نہ ہی وہ ترقی کی راہ دکھا سکتی۔ ہمارا دین اور ہماری شریعت ہمیں بتاتی ہے کہ ہمیں کس طرح مشاورت کرنی چاہئے اور مشورہ لینا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا ایک شخص صرف خدا تعالیٰ، قرآن مجید اس کے پیغمبر اور مسلمان رہنماؤں سے ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔"

اپریل ۱۹۶۶ء کو جلالۃ الملک شاہ فیصل شہیدؒ نے دورۂ پاکستان کے دوران ایک استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا :

"وہ جذبات اور رشتہ جس کا ماخذ ایک ایسا خالص نظریہ ہے جو تمام مادی مفادات سے بالاتر ہے اور یہی قوموں اور حکومتوں کے درمیان تعاون کی صحیح بنیاد ہے۔ انہی لمحات میں جب اسلام کئی زیر آب دھاروں کی لپیٹ میں ہے۔ جو مسلمانوں کو دائیں بائیں مشرق مغرب کی جانب کھینچ رہے ہیں ہمیں وقت درکار ہے کہ ہم قریبی روابط اور تعاون حاصل کریں تاکہ ہم ان تمام

باقی ص ۵۶ پر

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

بشکریہ الفرقان

صحابۂ کرام رضؓ — اور — ارتداد

یہ عنوان الفرقان جیسے دینی رسالوں کے قارئین کے لیے چونکا دینے والا بلکہ بہت سے لوگوں کے جذبۂ دینی کو ٹھیس پہنچانے والا ہو سکتا ہے۔ راقم سطور بھی اپنا یہ احساس چھپانا مناسب نہیں سمجھتا کہ وہ بھی اسے زبان قلم پر لاتے ہوئے جھجکتا بلکہ ڈرتا رہا۔ لیکن، جیسا کہ آئندہ سطروں سے معلوم ہوگا ضرورۃً اسے گوارا کر لیا گیا ہے۔

مگر حیرت کا مقام ہے بلکہ افسوس کی جا ہے کہ ادھر عرصہ سے ایک خاص طرز فکر کو عام کرنے کی کوششوں نے امت کے ایک طبقہ کا ایسا ذہن بنا دیا ہے جو اس طرح کے عنوانات بلکہ اسی قسم کی بے باکانہ گفتگو کرنے میں نہ صرف کوئی حرج نہیں سمجھتا بلکہ ایسے سوالات اٹھا کر صحابہ کرام کی محبت و عظمت سے سرشار قلوب کو ارتیاب و شکوک میں دانستہ یا نادانستہ طور پر مبتلا کر نا دین کی خدمت خیال کرتا ہے، حالانکہ ان قدسی صفات نفوس کی عظمت و محبت ایمان باللہ و بالرسول کا لازمی تقاضہ ہے کیونکہ ان حضرات ہی کے توسط سے ہمیں اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات کا علم ہوا اور ان پر ایمان لانے کی ضرورت کا پتہ چلا۔ اسی بنیاد پر مشہور محدث ابوزرعہؒ رازی کسی صحابیؓ کی ادنیٰ سی تنقیص کرنے والے کو زندیق — بے دین — کہتے تھے[1]

[1] حافظ ابن حجرؒ عسقلانی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الاصابہ" ج۱ ص۱۷ میں بیان کیا ہے:۔ "قال (ابوزرعۃ الرازی) اذا رأیت الرجل ینتقص احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ زندیق و ذالک ان الرسول حق والقرآن حق وما جاء بہ حق وانما ادی الینا کلہ الصحابۃ وھؤلاء (ای المنتقصون) یریدون ان یجرحوا شہودنا لیبطلوا الکتاب والسنۃ"

اس وقت جس ذہن کے پیدا ہو جانے کی بات کی جا رہی ہے اس کا صحیح اندازہ علماء میں خاص طور پر ان لوگوں کو زیادہ ہے جو اپنی کسی خصوصیت، یا اتفاق، یا اور کسی وجہ سے اس حیثیت میں ہیں کہ لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے اور اپنی ذہنی الجھنیں پیش کر کے انھیں دور کرنے میں ان سے مدد لیتے ہیں۔

اسے خوش قسمتی کہیئے یا کوئی اور نام دیجیے کہ راقم سطور بھی ان لوگوں میں ہے جسے نوع بنوع سوالات کے ساتھ اس قسم کے مسائل سے بھی سابقہ پڑتا اور ان کے جوابات دینے ہوتے ہیں۔

چنانچہ پچھلے سال دینی مزاج اور سلیم ذہن رکھنے والے ایک صاحب کے کئی سوال سامنے آئے جن میں بعض دوسرے سوالات کے ساتھ یہ بھی لکھا تھا۔

"..... کی ایک کتاب ..... میری نظر سے گذری اور میں نے اپنے لیے اس کتاب کو غیر معمولی نافع پایا، اس میں ..... مقام صحابیت کے بارے میں لکھا ہے کہ ـــ "یہ وہبی ہے اور معجزات نبوت کا اعجاز ہے .... ہمارے نزدیک ایک بھی صحابی کا مرتد ہونا ثابت نہیں اور اگر کوئی شخص اس طرح کہے یا سمجھے تو گویا نہ صرف مرتبۂ صحابیت کی ناقدری ہے بلکہ تنقیص رسالت بھی نکلتی ہے کہ جن کی قلب ماہیت اللہ کے رسول کی ایک نگاہ سے کامل ہو جائے، ان کو مرتد سمجھنا گویا اسی اعجاز نبوت کو در پردہ تسلیم نہ کرنے کے مرادف ہے۔"

یہ نقل کرنے کے بعد یہی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"مگر بعض ایسے معترضین ...... جو بہرحال تنقیدی مزاج رکھتے ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ جب یہ تاثیر نگاہ نبوت کے معجزات میں سے ہے ..... تو ..... اس کا بکھر جانا (یعنی ایسے شخص کا مرتد ہو جانا۔ برہان) تنقیص کا سبب ہے۔"

مکتوب نگار نے اس کے علاوہ صحابہ کی اتباع کی بابت بھی اسی نہج کے سوالات اٹھائے تھے جن کے تفصیلی جوابات (حسب توفیق خداوندی) دے دیے گئے۔ خیال ہوا کہ ان صاحب کو جواباً جو کچھ لکھا گیا، اس کا ضروری حصہ مناسب تغیر و تبدیلی کے بعد دوسرے مخلصین اور صحیح الفکر افراد کے سامنے پیش کر دیا جائے ہو سکتا ہے ان کے واسطے بھی کسی درجہ میں مفید اور کارآمد

ثابت ہو۔ اسی خیال کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے قارئین "الفرقان" کے سامنے یہ سطریں پیش کی جا رہی ہیں۔ برہان)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہونے والے افراد کے طرز عمل کو بنیاد بنا کر یہ سمجھنا کہ ایسے لوگوں کا دین حق سے پھر جانا بھی "تنقیص رسالت کا سبب ہے یا جو علما کسی صحابی کے بھی مرتد ہونے کی نفی کرتے اور صحابی کے ارتداد کو تنقیص رسالت کا سبب قرار دیتے ہیں ان پر فتنۂ ارتداد کی بنا پر تعریض کرنا، یہ پتہ دیتا ہے کہ ایسے لوگوں نے ان "علما" کی بات کا یہ مطلب سمجھ لیا ہے کہ ایسے تمام لوگ کہ جن پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نظر پڑ گئی وہ سب کے سب بلا استثنا "کامل" بن گئے اور ان کے دل کی کایا پلٹ ہو گئی۔ حالانکہ ان حضرات علما کا یہ مطلب ہرگز نہیں کیونکہ ایسا کہنا یا سمجھنا واقعات کو جھٹلانے بلکہ قرآن و حدیث کی تکذیب کرنے کے مترادف ہوگا۔ بھلا اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ابوجہل، ابولہب اور اسی قماش کے دوسرے معاندین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ صرف یہ کہ بارہا نظریں پڑیں بلکہ ان سے بار بار گفتگو ہوئی اس کے باوجود وہ کفر پر جمے رہے اور اسی حالت میں دنیا سے چلے گئے۔ اس لیے بلا شبہ ان حضرات علما کے کلام کا مطلب یہ ہے (جس کی صراحت بھی ان کے یہاں موجود ہے۔ تفصیل آگے آرہی ہے) کہ جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حقیقی ایمان کی دولت نصیب ہو گئی انہی پر آپؐ کی نظر کیمیا اثر نے یہ کام کیا کہ انھیں کامل بنا دیا اور ان کا رتبہ اتنا بلند کر دیا کہ ان کا مقابلہ بڑے سے بڑا ولی (غیر صحابی) بھی نہیں کر سکتا۔ اور وہ لوگ جو بظاہر ایمان لے آئے تھے پھر اس کے بعد مرتد ہو گئے۔ در اصل ان کے دل میں حقیقی ایمان داخل ہی نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ حقیقی ایمان جس کے دل میں گھر کر لے اور پھر جو اس کا لذت شناس ہو کر اس کی حلاوت محسوس کرنے لگے وہ کبھی مرتد نہیں ہو سکتا اس کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی قربانی دینا اور سخت سے سخت تکلیف برداشت کرنا آسان ہو سکتا ہے مگر اس دولت سے دست بردار ہونا گوارا نہیں کر سکتا۔

اس پر صحابہ کرامؓ کی پوری تاریخ گواہ ہے۔ اسی بات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یوں ارشاد فرمایا ہے:۔

ثلث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان .... أن یکرہ أن یعود فی الکفر

كما يكره أن يقذف في النار[1]

کہ تین باتیں جس شخص میں ہوں گی وہی ایمان کی حلاوت پائے گا........ (تین میں سے ایک یہ ہے کہ) کفر کی طرف واپس جانا اتنا ہی ناگوار (اور دشوار) ہو جتنا کہ آگ میں ڈالا جانا۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی حقیقی مومن مرتد اور کافر نہیں ہو سکتا، لہذا جو کبھی مرتد ہوتا ہے وہ دراصل حقیقی مومن نہیں تھا۔

جہاں تک عہد نبوی کے ان مسلمانوں کا تعلق ہے جو (بظاہر) ایمان لے آئے تھے لیکن پھر مرتد ہو گئے ان کا معاملہ بھی یہی ہے ان کے قلوب میں حقیقت ایمان رچی بسی نہیں تھی اور نہ ہی اس کی حلاوت سے آشنا ہوئے تھے، ایسے لوگوں کی ایک تعداد عہد نبوی میں موجود تھی۔ ان کے بارے میں قرآن مجید کی متعدد آیات اور مستقل ایک سورۃ نازل ہوئی جو ایسے لوگوں کے موجود ہونے کی سب سے بڑی شہادت ہے۔ سورۂ حجرات کی ایک آیت میں کچھ لوگوں کے متعلق یوں فرمایا گیا

قالت الأعراب امنا قل لم تومنوا ولكن قولوا أسلمنا ولما يدخل الايمان في قلوبكم

یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہو گئے، اے نبی! آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تمھیں حقیقی ایمان کی دولت نصیب نہیں ہوئی ہے (اس لیے تم اپنے آپ کو ایمان والے نہ کہو) ہاں تم خود کو (ظاہری) مسلمان کہہ سکتے ہو، کیونکہ تمھارے دلوں میں ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوا ہے۔

اس سے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ ایسے لوگوں کا مرتد ہو جانا نبوت و رسالت کی تنقیص کا سبب نہیں کیونکہ یہ لوگ ایمان والے بنے ہی نہیں تھے تو جس طرح ابوجہل و ابولہب جیسے دشمنان اسلام کا وجود اور ان کا ایمان نہ لانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تنقیص اور آپ کی شان میں کوتاہی کا موجب نہیں اور ابو طالب کا ایمان قبول نہ کرنا دعوت کی کمزوری کا سبب نہیں ہے۔ اسی طرح ایسے ہی مسلمان نما کافروں کا بناوٹی روپ چھوڑ کر اپنی سابقہ اصلی حالت پر لوٹ جانا۔ یا یہ کہیے کہ اصلی حالت ظاہر کر دینا تنقیص کا سبب نہیں بن سکتا تو پھر اس سے آپ کی نگاہ کی کیمیا اثری پر کیونکر کوئی حرف آ سکتا ہے۔ ابوجہل و ابولہب اور دوسرے دشمنان اسلام پر نہ صرف یہ کہ آپ کی نظر پڑی بلکہ بارہا ان سے گفتگو بھی ہوئی لیکن کچھ ان پر اثر نہ ہوا اس لیے کہ ان کے دل قبول حق کی

[1] بخاری ج ۱ ص۷، مسلم ج ۱ ص۴۹

استعداد سے عاری ہو کر اپنی تمام صلاحیتیں کھو چکے تھے، اس حقیقت کو قرآن حکیم نے متعدد آیتوں میں بیان کر دیا ہے مثلاً فرمایا "ختم اللہ علی قلوبھم"

اس قسم کے شبہات کچھ لوگوں نے عہد نبوی میں بھی پیدا کیے تھے جن سے بعض مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر بھی اثر پڑتا تھا۔ اس اثر کو زائل کرنے اور آپ کی تسکین کے لیے متعدد آیات نازل ہوئیں، مثلاً انك لا تهدی من أحببت ولكن الله يهدی من يشاء، لست عليهم بمصيطر، ان عليك الا البلاغ ایمان حقیقی کی دولت مل جانے کے بعد اس سے دست بردار ہونا ممکن نہ ہونے پر شہادت کی حیثیت رکھنے والا ہرقل کا یہ واقعہ بھی ہے کہ جس کا ذکر حدیث کی تمام کتابوں میں ملتا ہے کہ اس نے حضرت ابوسفیانؓ (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں چند سوالات کیے (جن کے بعد اس رومی شہنشاہ نے آنحضرت کے رسول ہونے کا اعتراف بھی کیا)۔ ان سوالات میں ایک یہ بھی تھا هل يرتد احد منهم سخطة لدينه بعد أن يدخل فيه قلت لا۔ آخر میں ہرقل نے اس سوال کی مصلحت بتاتے ہوئے کہا: وكذلك الايمان حين تخالط بشاشته (مطلب یہ ہے کہ) ہرقل نے ابوسفیان سے دریافت کیا کہ نبی پر ایمان لانے والوں میں سے کوئی ایک شخص بھی اس دین سے بیزار ہو کر اپنے سابق دین کی طرف لوٹا؟ (مرتد ہوا) جس کا جواب ابوسفیان کی طرف سے قطعاً نفی میں ملا، تو اس نے کہا! جب ایمان قلب کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے (کہ پھر کوئی اس سے پھرتا نہیں) یہ واقعہ بخاریؒ میں بھی موجود ہے۔

جب ایمان کی حلاوت و لذت کا یہ کرشمہ ہے اور ایمان حقیقی کی یہ تاثیر ہے تو اس معیار پر اعلیٰ درجہ میں وہی لوگ پورے اتر سکتے ہیں جنھوں نے براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمۂ صافی سے فیض اٹھایا یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اس حقیقت پر اتنے دلائل ہیں کہ ان کو شمار کرنا مشکل ہے اور جن کا انکار نصف النہار میں سورج سے انکار کے مرادف ہوگا۔

انہی دلائل کی بنیاد پر امت کے تمام قابل ذکر علماء نے صحابہ کی فضیلت و عدالت پر سب اہل حق کا اتفاق نقل کیا ہے۔ پانچویں صدی کے مشہور محدث و محقق عالم خطیب بغدادیؒ نے

لہ بخاری ج ۱ ص ۱۲۰

اپنی معروف کتاب الکفایہ[1] میں صحابہؓ کی افضلیت اور ان کے عادل و متدین ہونے کا مستقل ایک باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہی ہے "باب ماجاء فی تعدیل اللہ ورسولہ للصحابۃ (یعنی صحابہؓ کی اللہ اور رسول کی طرف سے تعدیل و توثیق کیے جانے کا باب)" اور اس باب کے تحت لکھا ہے کہ "صحابہ کے بارے میں اس تحقیق کی ضرورت نہیں کہ وہ "عادل" تھے یا نہیں کیونکہ ان کی "عدالت" تو ثابت و معلوم ہے اس لیے کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے پاکباز اور برگزیدہ ہونے کی خبر دی ہے۔ (لأن عدالۃ الصحابۃ ثابتۃ معلومۃ بتعدیل اللہ لہم واخبارہ عن طہارتہم واختیارہ لہم) اس کے بعد وہ آیتیں ذکر کیں جن سے صحابہ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے، اور پھر ان کی شان میں وارد متعدد احادیث نقل کیں[2]۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے "الاصابۃ" میں لکھا ہے، "اتفق اھل السنۃ علی ان الجمیع عدول ولم یخالف فی ذلک الا شذوذ من المبتدعۃ[3]" کچھ اہل بدعت کو چھوڑ کر تمام اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عدول ہیں، اسی کتاب میں یہ بھی ہے انھم افضل من جمیع الخالفین بعدھم والمعدلین الذین یجیئون من بعدھم، ھذا مذھب کافۃ العلماء ومن یعتمد قولہ یعنی صحابہ کرام اپنے بعد کے تمام لوگوں میں سے افضل ہیں جن میں وہ لوگ بھی ہیں جو تعدیل کرتے ہیں، یہی تمام قابل اعتماد علماء کا مذہب ہے"۔

اس مقام پر یہ جان لینا بھی نہایت ضروری ہے کہ "صحابی کسے کہتے ہیں اور علماء نے "صحابی" کی کیا تعریف بیان فرمائی ہے؟" یہاں سب سے زیادہ وسیع النظر عالم (کہ جن کی عظمت پر علماء اہل حق کا اتفاق ہے) کی احوال صحابہ پر مستند ترین کتاب سے "صحابی" کی تعریف نقل کی جاتی ہے۔

اصح ما وقفت علیہ من ذلک أن الصحابی من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنا بہ ومات علی الاسلام فیدخل فیمن لقیہ من طالت مجالستہ لہ أو قصرت، ومن روی عنہ

---

[1] الکفایہ ص۴۶ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد [2] مشہور محدث ابن عبدالبر نے بھی "الاستیعاب ص۱۷/۱" میں ایسی بہت سی حدیثیں ذکر کی ہیں، ان میں ایک یہ ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اختار اصحابی علی الثقلین سوی النبیین والمرسلین" اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت سفیان ثوری "وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ" کا مصداق صحابہ کرامؓ کو بتاتے تھے۔ [3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ للحافظ ابن حجر العسقلانی ص۱۱/۱۷

اولم یروہ من غزا معہ اولم یغز و، ومن رای رؤیۃ ولم یجالسہ ومن لم یرہ لعارض کالاعمی" ترجمہ:۔ میری معلومات کے اعتبار سے سب سے زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ صحابی وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بحالت ایمان ملا ہو، اور اسلام پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو، وہ شخص بھی اس شرف میں شریک ہے جو طویل مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم نشین رہا اور وہ بھی جو بہت تھوڑی مدت رہا ہو وہ بھی جس نے آپ سے سنکر کچھ روایت کیا اور وہ بھی جس نے کچھ نقل نہیں کیا، وہ بھی جس نے آپ کے ساتھ جہاد کیا اور وہ بھی جس نے نہیں کیا، وہ بھی جس نے صرف آپ کی جھلک تو دیکھی لیکن ہم نشینی کی نوبت نہیں آئی اور وہ بھی جس نے ملاقات تو کی مگر کسی مجبوری کی وجہ سے آپ کو دیکھ نہیں سکا جیسے نابینا "مات علی الاسلام کی شرط کا فائدہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں وخرج بقولنا "مات علی الاسلام" من لقیہ مومنًا بہ ثم ارتد ومات علی ردتہ والعیاذ باللہ یعنی اس شرط (اسلام ہی پر وفات پانے کی شرط) کی وجہ سے وہ شخص صحابی کہلانے کا مستحق نہیں ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بظاہر اسلام کی حالت میں ملا تھا مگر بعد میں وہ مرتد ہوگیا، اور اسی حال میں مرا بھی (العیاذ باللہ) حافظ ابن حجرؒ نے یہ بھی صراحت کردی ہے کہ:۔ ھذا التعریف مبنی علی الاصح المختار عند المحققین کالبخاری وشیخہ احمد ومن تبعھما یعنی یہ تعریف تمام محققین کی اختیار کردہ ہے جن میں امام بخاری، امام احمد جیسے جلیل القدر محدثین کے علاوہ ان کے متبعین بھی شامل ہیں۔[1]

ان دلائل کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کا مرتد ہونا ناممکن اور محال ہے اور غلط فہمی کے تمام پردے چاک ہو جاتے ہیں اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ جو لوگ ارتداد کا شکار ہوئے وہ حقیقتًا صاحب ایمان نہیں ہوئے تھے اور جو بھی قبائل وفات نبوی فداہ روحی کے بعد مرتد ہو گئے تھے ان کا ایک فرد بھی صحابی نہ تھا۔

صحابہ کا قابل اتباع ہونا

جس گروہ انسانیت کو یہ مرتبہ و مقام حاصل ہو کہ وہ منبع اصلی و سرچشمہ حقیقی سے فیضیاب

---

[1] الاصابہ ص ۱۲ ج ۱ حافظ نے یہاں چند ایسے لوگوں کے نام بھی گنا دیے ہیں جو اس بدبختی کا شکار ہوئے مثلاً عبیداللہ بن جحش، عبداللہ بن اخطل

مستفید ہو چکا ہے وہ بے شک قابل اتباع و تقلید ہے، اور اس کا ہر ہر فرد پچھلوں کے لیے نمونہ (IDEAL) کی حیثیت رکھتا ہے اور چراغ راہ کا کام کر سکتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔
اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم ۱ لیکن بعض حضرات اس پر یہ کہتے ہیں ۲ کہ "اصحابی کالنجوم" سے تمام کے تمام مراد ہیں تو پھر ایک صاحب وہ بھی تو ہیں جو صحابہ کے ساتھ اللہ کے رسول کے ہمراہ کسی غزوہ میں شریک رہے اور جوانمردی سے لڑتے بھی رہے..... مگر..... اللہ کے رسول نے فرمایا..... وہ جہنمی ہے..... بعد میں خودکشی کے مرتکب ہوئے۔ تو کیا اس ارتکاب جرم اور خودکشی کی بھی اقتدا کرنی چاہیے"
جواب سننے سے قبل ایک اصولی بات ذکر کر دینا ضروری و برمحل معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ اس قسم کے موقعوں پر بولے جانے والے عام الفاظ کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس میں کوئی استثناء ہی نہیں ہے بلکہ لفظ "کُل" سے ایسے مقامات پر وہ مفہوم مراد ہوتا ہے جو روزمرہ کی گفتگو میں عموماً لیا جاتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ملکہ سبا (بلقیس) کے بارے میں کہا گیا ہے "واوتیت من کل شئ" اس آیت کا یہ مطلب سمجھنا کہ بلقیس کو ہوائی جہاز ٹینک اور ایٹم بم وغیرہ یا اس زمانہ کی ہر ہر چیز دے دیے گئے تھے۔ بہت کم فہمی و کم علمی کی بات ہوگی، حالانکہ "کل شئ" کا منطقی مفہوم یہی ہے کہ ہر ہر چیز دی گئی ظاہر ہے کہ "کل شئ" کے مفہوم میں یہ چیزیں بھی داخل ہیں

۱ یہ حدیث مشکوٰۃ ص ۵۵۴ ج ۲ میں "رزین" کے حوالہ سے مذکور ہے مگر ائمہ حدیث فنی طور پر اسے بہت کمزور کہتے ہیں بلکہ موجودہ زمانہ کے ایک مشہور عرب عالم ناصر الدین البانی نے مشکوٰۃ کے حاشیہ پر اس حدیث کے بارے میں یہاں تک لکھ دیا ہے: حدیث باطل واسنادہ واہٍ جداً کما بینتہ فی الاحادیث الضعیفۃ اور اپنی اسی کتاب میں ص ۷۸ سے ص ۸۵ تک بڑا تفصیلی کلام کیا ہے۔
اس حدیث کی سند جیسی بھی ہو لیکن علمائے اصولیین کی ایک تعداد کے یہاں یہ بات تقریباً تسلیم شدہ ہے کہ صحابہ کے اقوال و افعال فی الجملہ حجت ہیں، اگرچہ تفصیلات میں خاصا اختلاف ہے، اصول فقہ کی مشہور کتاب "حسامی" میں ابوسعید بردعی کا یہ قول نقل کیا ہے: تقلید الصحابی واجب یترک بہ القیاس لاحتمال السماع والتوقیف ولفضل اصابتہم فی نفس الرائی بمشاھدۃ احوال التنزیل، اس کی شرح "النامی" ص ۲۱۶ میں امام رازی وغیرہ کا بھی یہی قول بتایا گیا ہے۔ ۲ سوالنامہ میں یہ بھی بعض افراد کا اعتراض ذکر کیا گیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ "کل شیٔ" کا دائرہ اتنا وسیع نہیں ہے جتنا کہ ظاہری طور پر نظر آرہا ہے۔

ایک اور مثال سے یہ حقیقت مزید واضح ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے "لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوة حسنة" سب جانتے ہیں اور اسی کے مطابق پوری امت کا متفقہ عقیدہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل ہمارے لیے نمونہ اور قابل تقلید ہے مگر ذرا غور کیجیے کہ کیا نابینا کو آتا دیکھ کر جبیں بہ جبیں ہو جانا اور منہ پھیر لینا بھی ہم سے مطلوب ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں (حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا، جس پر قرآن مجید کی آیت "عبس وتولی أن جاءہ الأعمی" بلکہ پوری سورۃ دلالت کرتی ہے)

اس کا جواب صاف واضح ہے، کہ جب کسی عمل کے بارے میں یقینی دلیل سے معلوم ہو جائے کہ یہ عمل "عام قاعدہ" میں داخل نہیں ہے، تو ہم اس عمل کی حد تک اتباع کے مکلف نہ ہوں گے، یا یوں کہہ لیجیے کہ صرف یہ عمل "اسوہ" میں داخل نہ سمجھا جائے گا اور اس استثناء کے باوجود عام قاعدہ اپنی جگہ درست رہے گا کہ آپ کا ہر عمل قابل اتباع ہے۔ بعض استثنائی مثالوں کو بنیاد بنا کر کوئی بھی شخص کسی عمل سے سرتابی کی جرأت کرنے کا مجاز نہ ہوگا، جیسا کہ قرآن مجید کی ایک آیت یا چند آیتوں کے حکم کا منسوخ ہو جانا اس کی دلیل نہیں بن سکتا کہ اب قرآن مجید حجت نہیں رہا اور اس کی اتباع ضروری نہیں رہی۔ بلکہ نسخ کے باوجود اس کا اصل مقام یہی ہے کہ وہ "ہادی" اور زندگی کا "دستور العمل" ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ کسی صحابی کا کوئی ایسا عمل جس کا مطلوب نہ ہونا کسی قوی دلیل سے ثابت ہو جائے تو یہ کہا جائے گا کہ بس اس عمل کی حد تک وہ ناقابل اقتدا ہیں مگر اصول یہی رہے گا کہ "صحابی قابل اقتدا ہیں" یہ اصولی بات ذکر کر دینے کے بعد وہ قصہ بیان کیا جاتا ہے جس کو بنیاد بنا کر بعض لوگوں نے صحابہ کے مقتدا ہونے کی حیثیت کو چیلنج کیا ہے۔ اوپر کی سطروں میں بیان کردہ سوال سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ پورا واقعہ صحیح مسلم کتاب الایمان میں باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسہ کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے اس میں بعض ایسے صاف اور صریح اشارے موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص مومن ہی نہیں تھا بلکہ کافر تھا۔

لہ مسلم شریف ص ۷۲ مطبوعہ رشیدیہ دہلی

شهدنا مع رسول الله صلى الله عليه
وسلم حيننا فقال لرجل ممن يدعى
بالاسلام هذا من اهل النار فلما
حضرنا القتال قاتل الرجل قتالاً شديدًا
فأصابته جراحة فقيل يا رسول الله
الرجل الذى قلت له انفا إنه من
اهل النار فانه قاتل اليوم قتالاً شديدًا
وقد مات فقال النبى صلى الله عليه وسلم
الى النار فكاد بعض المسلمين أن يرتاب
فبينما هم على ذلك إذ قيل فإنه
لم يمت ولكن به جراحًا شديدًا
فلما كان من الليل لم يصبر على الجراح
فقتل نفسه فاخبر النبى صلى الله عليه
وسلم بذلك فقال الله اكبر اشهد أنى
عبد اللهِ وَرسوله ثم امر بلالا
فنادى فى الناس أنه لا يدخل الجنة
إلّا نفس مسلمة وإن الله يؤيد
هذا الدين بالرجل الفاجر

خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص جو مسلمان کہا جا رہا
تھا اور بہت دلیری سے جنگ لڑ رہا تھا اس کے
بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
یہ جہنمی ہے۔ اس پر لوگوں کو اس کے عمل جہاد
کے پیش نظر تعجب ہوا۔ اور قریب تھا کہ کچھ
مسلمان شبہ میں پڑ جائیں کہ اچانک سننے میں
آیا کہ وہ شدید زخمی ہو گیا تھا اور زخموں کی
تاب نہ لا کر خودکشی کر بیٹھا اس پر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر اشهد
انی عبد الله ورسوله اور پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ
سے اعلان کروایا کوئی بھی بغیر سچے اسلام
کے جنت میں داخل نہ ہو سکے گا اور کبھی ایسا
بھی ہوتا ہے کہ اللہ کسی کافر سے بھی
اپنے دین کو تقویت پہنچوا دیتا ہے۔

حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں تھا، یہ حقیقت "ممن یدعی بالاسلام" اور "انہ من اهل النار" جیسے الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہی ہے، اور جب اس شخص کی خودکشی کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ نے اللہ اکبر اشهد انی عبد اللہ ورسولہ، فرمایا، ظاہر ہے کہ یہ انداز صاف بتا رہا ہے کہ آپ نے جس مخفی حقیقت کی اطلاع دی تھی جس پر لوگوں کو تعجب بھی ہوا تھا اس پر ایک کھلی دلیل مل گئی جس سے لوگوں کا استعجاب

واستبعاد جاتا رہا، اتنا ہی نہیں ہوا بلکہ حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دیں "جنت میں صرف سچا و پکا مسلمان ہی داخل ہو سکتا ہے" یہ جملہ بھی صاف بتا رہا ہے کہ ایمان کے بغیر کوئی بڑے سے بڑا نیک کام بھی جنت میں داخلہ کا سبب نہیں بن سکتا لہذا اس شخص کا جی جان سے لڑنا اور کشتوں کے پشتے لگانا بھی اس کو جنت میں لے جانے کا سبب نہ بنے گا کیونکہ وہ صاحب ایمان نہ تھا اس کے جذبہ جاں سپاری سے جو غلط فہمی لوگوں کو (اس کے ایماندار اور جنتی ہونے کے بارے میں) ہوگئی تھی اس کو یہ فرما کر دور کر دیا "ان اللہ یوید ھذا الدین بالرجل الفاجر" یہ قرائن نہیں بلکہ صراحتیں ہیں جو اس کے کفر کو ظاہر کر رہی ہیں، چنانچہ شراح نے بھی یہی سمجھا ہے، (اس کے علاوہ کسی اور پہلو کی گنجائش ہی کہاں ہے) مثلاً مشہور شارح حدیث علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں:۔ فیہ تنبیہ علی أن ذلك الرجل ما کان من المسلمین عن أصلہ، اس کے بعد ایک امکانی غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے لکھتے ہیں لا أنہ بسبب فعلہ خرج منھم یعنی یہ شخص شروع ہی سے مسلمان نہ تھا یہ مطلب نہیں ہے کہ خودکشی کی وجہ سے خارج از اسلام ہوگیا (کیونکہ خودکشی گناہ کبیرہ تو ضرور ہے لیکن اس کے ارتکاب سے آدمی کافر نہیں ہو جاتا) اور لفظ "فاجر" سے بھی دھوکہ کا امکان باقی تھا کیونکہ فاجر عام طور پر "گنہگار" کے معنی میں آتا ہے اسے یہ کہکر دور کر دیا۔ الفاجر اعم من ان یکون کافراً او فاسقاً، (یعنی یہاں "فاجر" سے مراد کافر ہے صرف گنہگار نہیں ہے) اس تفصیل کے سامنے آجانے کے بعد اس بارے میں شبہ نہیں رہ جاتا کہ وہ شخص کافر تھا، اور جب کافر تھا تو صحابی ہو ہی نہیں سکتا اس لیے اس احتمال آفرینی اور مطلب برآری کی جو کوشش ہو سکتی تھی، اس کی مطلق گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔

پھر بھی اگر کچھ لوگ اس سے مطمئن نہ ہوں اور اس کے لیے اس قبیل کی دوسری مثالیں پیش کریں مثلاً کہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص ثعلبہؓ تھا اس کا یہ واقعہ ملتا ہے کہ آپ کی دعا سے اس کی معاشی تنگی، وسعت میں تبدیل ہوگئی تھی اور پھر اللہ کے رسول نے

لہ فتح الملہم ص۲۶۶ ج۱ للعلامۃ شبیر احمد عثمانی

عہ سوالنامہ میں "ثعلبہ" کا حوالہ دے کر بھی کچھ لوگوں کا اعتراض نقل کیا گیا ہے۔

اس کی زکوٰۃ تک قبول نہ فرمائی — تو کیا ان کی بھی اقتدا کی جائے؟

اس واقعہ کا اصولی جواب تو وہی ہے جو شروع میں بیان ہوا، لیکن اس کے ساتھ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ واقعہ حدیث کی کسی صحیح اور معتبر کتاب میں نہیں آتا، قدرتی بات ہے کہ اس بنا پر واقعہ کی صحت بہت مشتبہ ہو جاتی ہے، چنانچہ ابن حجر عسقلانی مشہور ترین محدث اور دریائے علم کے عظیم شناور ہیں تو اس کی عدم صحت کا ہی رجحان ظاہر کیا ہے وہ فرماتے ہیں ولا اظنه يصح[1] اور بالفرض یہ واقعہ صحیح بھی ہو تو جس موقع پر عام طور پر اسے نقل کیا جاتا ہے یعنی قرآن مجید کی آیت[2] ومنهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين فلما اتاهم من فضله بخلوا به وتولوا وهم معرضون کا شان نزول قرار دیتے ہوئے[3] اس سے خود یہ چل رہا ہے کہ یہ شخص منافق تھا، مومن نہ تھا۔ چنانچہ مفسرین نے نقل کیا ہے اسی آیت کے شان نزول کے طور پر ذکر کیا ہے، اور یہ آیت اور اس کے آگے پیچھے کی متعدد آیات منافقین ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، اس کے بعد والی آیت فاعقبهم نفاقا فى قلوبهم تو کھلے طور پر ایسے لوگوں کا منافق ہونا بتا رہی ہے۔ اسی بنیاد پر حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ میرا غالب گمان ہے کہ یہ واقعہ صحیح نہیں ہے اور صحیح ماننے کی صورت میں یہ وہ ثعلبہ نہیں ہو سکتے جو مشہور صحابی ہیں اور بدر کی جنگ میں شریک تھے، کیونکہ ان شرکاء بدر کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا ہے لا يدخل النار أحد شهد بدرا والحديبية، "جو شخص بھی جنگ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔" صحابی رسول کے بجائے وہ ثعلبہ نامی کوئی دوسرا شخص ہوگا اور اس کے بعد اس کے قرائن لکھے ہیں (پوری تفصیل کے لیے الاصابہ ص۲۰۳ ج۱ دیکھیے) اس تفصیل سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ واقعہ ہی صحیح نہیں اور اگر صحیح ہے تو یہ شخص سچا مومن نہیں بلکہ منافق تھا اور اس صورت میں وہ صحابی نہیں ہو سکتا، اس لیے کسی صحابی کا زکوٰۃ سے انکار ثابت نہیں۔

ان دونوں پہلوؤں سے قطع نظر ایک احتمال یہ بھی ہے (جس کی گنجائش واقعہ کے بعض اجزاء سے نکلتی ہے) کہ یہ شخص مسلمان ہی ہو لیکن کسی عناد و سرکشی کے طور پر نہیں، بلکہ تساہل اور زکوٰۃ کی

---

[1] الاصابہ ص۲۰۳ ج۱ [2] سورہ توبہ [3] تفسیر ابن کثیر ص۳۷۴ ج۲ و در منثور ص۲۶۰ ج۳

فرضیت (بالخصوص اموال ناطقہ کی زکاۃ) سے لاعلم ہونے کی بنا پر اس ابتلا کا شکار ہو گیا، چنانچہ جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا یا احساس کرایا گیا، تو زکوٰۃ لیکر حاضر خدمت ہوا، اور جب قبول نہ کی گئی تو سخت نادم و متاسف ہوا، فرط ندامت اور اظہار حسرت کے طور پر روتا اور سر پر خاک ڈالتا تھا جیسا کہ اکثر واقعہ نگار لکھتے ہیں، مثلاً علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی مشہور تفسیر "در منثور" میں جن الفاظ میں آ ذکر کیا ہے ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت یا کم از کم حیوانات کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم، اس شخص کے مدینہ سے چلے جانے کے بعد نازل ہوا (وفقده رسول الله صلى الله عليه وسلم فسأل عنه فاخبروه أنه اشترى غنماً وأن المدينة ضاقت به ...... ثم إن الله تعالى أمر رسوله صلى الله عليه وسلم أن يأخذ الصدقات وأنزل خذ من أموالهم صدقة" (۳) اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور ان کی زکوٰۃ نہ قبول کرنے کی وجہ سے ان کی جو حالت ہوئی اس کے بارے میں لکھتے ہیں (فجعل يبكي ويحثي التراب على رأسه) ان کے اس رویہ کی وجہ سے حسن ظن کی گنجائش نکلتی ہے اور کہا جا سکتا ہے ان کی زکوٰۃ کا قبول نہ کیا جانا تنبیہ کے لیے تھا، عام طور پر ہوتا ہے کہ اپنے لوگوں کو تنبیہ زیادہ کی جاتی ہے اور ان کی فروگذاشتیں بھی نظر انداز نہیں کی جاتیں جس طرح غزوہ تبوک سے تخلف کرنے والے منافقین کو تو کوئی خاص سرزنش نہیں کی گئی، بلکہ جانتے ہوئے بھی ان کے بے وقعت حیلے بہانوں ہی کو قبول کر لیا گیا، مگر تین مخلصین کی سخت آزمائش ہوئی اور پچاس روز تک مسلسل ان کا بائیکاٹ رہا (حدیث کی تقریباً تمام معتبر کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے) اس طرح یہاں بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ سبق بھی لیا جا سکتا ہے کہ ان کو کس قدر ندامت ہوئی اور کس درجہ افسوس ہوا اور اس میں ان صاحب کی اقتدا کی جا سکتی ہے، اور یہ بھی سیکھا جا سکتا ہے کہ قریبی تعلق والوں کی بھول کو تاہیاں نظر انداز نہ کی جائیں بلکہ ان پر انھیں تنبیہ کی جائے اور سزا دی جائے۔ ـــــ اگرچہ موخر الذکر احتمال کو علماء نے عام طور پر ذکر نہیں کیا ہے بلکہ عام شراح نے یہی کہا ہے کہ یہ وہ ثعلبہ نہیں ہیں جو بدر وغیرہ میں شریک ہوئے اور مخلص مومن تھے، سر پر خاک ڈالنے کی بھی علامہ آلوسی نے یہ توجیہ کی ہے: "وحثوه للتراب ليس للتوبة من نفاقه بل للعارض عدم قبول زكوته مع المسلمين" یعنی اس کا سر پر خاک ڈالنا نفاق سے توبہ کرنے اور حقیقی ندامت کے اظہار کے لیے نہیں تھا بلکہ چونکہ مسلمانوں کے ساتھ اس کی زکوٰۃ نہیں قبول کی گئی تھی اس لیے اسے عار محسوس ہوئی اور اسی وجہ سے اس نے اپنے سر پر خاک ڈالی۔ والغيب عند الله وبيده أزمة التوفيق فنسأل الله تعالى التثبيت

از جناب ڈاکٹر ضیاء الحق صدیقی (ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ انسپکٹر
آف سکولز بلوچستان) ملتان

ذکری مذہب کا تفصیلی جائزہ

بلوچوں کا ایک باطل مذہب

ذکری مذہب کے بارہ میں ماہنامہ الحق ایک عرصہ سے وقیع اور مفید معلومات پیش کرتا رہا ہے اور دنیا کے اس عجیب و غریب باطل مذہب کے پردے چاک کرنے کا یہ سہرا الحق کے سر ہے۔ راقم الحروف نے اس مذہب کے بارہ میں تفصیلی معلومات جمع کرنے کے لئے بڑی محنت اٹھائی۔ پانچ سال شب و روز ان لوگوں میں گذارے۔ بلوچی زبان سیکھی۔ کراچی سے گوادر تک ان کی بستیوں کی سیاحت کی۔ ذکر خانوں میں گیا۔ چوگان دیکھے۔ کچھ عام ذکریوں اور ان کے ملائیوں سے معلوم کیا کچھ اس مذہب سے برگشتہ لوگوں سے اور کچھ ان کے پرانے نوشتے تلاش کئے۔ جو کچھ حاصل کر سکا قارئین الحق اور پوری علمی دنیا کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ (صدیقی)

ذکری فرقہ کراچی اور بلوچستان کے صرف بلوچی زبان بولنے والے بلوچ قبائل تک محدود ہے۔ کراچی سے گوادر تک مکران کی ساحلی پٹی میں آباد بلوچ قبائل میں ذکری مذہب کے پیرو بکثرت پائے جاتے ہیں۔ شہر کراچی کے علاقہ لیاری میں محلہ کلری کی بیشتر آبادی ذکری ہے۔ اندرون بلوچستان وسطی علاقے میں جھاؤ۔ مشکے۔ کولوا۔ تال۔ کیچ مضافات پنجگور میں گچک۔ رخشاں۔ بلیدہ کی وادیاں اور دشت کے علاقے میں ذکری آباد ہیں۔ کلانچ ذکری ملائیوں کا صدر مقام ہے ان آبادیوں میں دس سے سو فیصد ان کا تناسب ہے۔ مجموعی تعداد کا اندازہ پچاس ساٹھ ہزار کے مابین ہے۔

ذکریوں کی اکثریت ناخواندہ اور پسماندہ ہے ان کے مذہبی رہنما جو ملائی کہلاتے ہیں وہ بھی غیر تعلیم یافتہ اور جاہل ہیں۔ کم آمیز ہیں اور آبادیوں سے عموماً دور رہتے ہیں تاکہ ان کی نجی زندگی عوام سے پوشیدہ رہے اور مباحثہ و مناظرہ کا خطرہ بھی پیدا نہ ہو۔ ان کا کتابی سرمایہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ فارسی زبان میں چند پرانی قلمی تحریریں اور چند جدید اردو رسالوں پر مشتمل ہے۔ اور ان میں بھی یکسانی نہیں ہے۔ اس مذہب کے قدیم رہنماؤں میں بھی کوئی صاحب علم و فضل نہیں گزرا۔ لہذا ان کے نوشتے فلسفہ، منطق اور تاریخی بنیادوں سے عاری ہیں۔ صرف خیال آرائی اور سادہ عقائد و رسوم پر مشتمل ہیں عوام تو برطرف خواص بھی اپنے دین میں ٹھوس معلومات نہیں رکھتے۔ مذہبی بحث سے گریز کرتے ہیں۔ بس ٹالنے کے لئے کہہ دیتے ہیں

پہلے ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ۔ پھر سب حقائق تم پر روشن ہو جائیں گے۔ درس، تقریر و تحریر کے ذریعے تبلیغ و اشاعت بھی نہیں کرتے کم علمی مانع ہوتی ہے۔

اس مذہب کا باطنیت کی طرف بھی کافی رجحان ہے اپنے عقائد اور رسوم کھل کر بیان نہیں کرتے۔ خصوصاً وہ عقائد و اعمال جو اسلام کے منافی ہیں اور اخلاقاً قبیح ہیں۔ بہت سی باتوں میں عام ذکری بھی نابلد ہیں۔ باطنی تعلیم خواص کے ذریعہ خواص کو دی جاتی ہے۔ ان حالات میں اس مذہب کی تفصیلی معلومات جمع کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ راقم الحروف نے پانچ سال شب و روز ان لوگوں میں گذارے۔ بلوچی زبان سیکھی۔ کراچی سے گوادر تک ان کی بستیوں کی سیاحت کی۔ ان کے ذکر خانوں میں گیا۔ چوگان دیکھے۔ ان کے ظاہری اعمال و رسوم سے اخذ کیا۔ کچھ عام ذکریوں اور ان کے ملائیوں سے سوالات کر کے معلوم کیا۔ کچھ اس مذہب سے برگشتہ لوگوں سے حاصل کیا۔ ان کے پرانے نوشتے اور نئے رسالے تلاش کئے۔ محققین کی تالیفات اور کتب تاریخ سے استفادہ کیا اور ان کے مخالفین کی کتب سے جو کچھ حاصل کر سکا قارئین کے لئے سپرد قلم ہے۔

مجموعی طور پر ذکری مذہب زوال پذیر ہے۔ عقائد کی کمزور اساس، مذہبی رہنماؤں کی کم علمی، تحفظ عقائد کی نااہلی، تبلیغ کا فقدان، عوام میں تعلیمی ترقی، مسلمان بلوچوں کے اثرات۔ قبیح رسوم کی بجا آوری کے مواقع کا فقدان اور تعلیم یافتہ طبقہ کی ان سے برگشتگی اس کے ظاہری اسباب ہیں۔

ذکری مذہب کی کہانی مسلمان بلوچوں کی زبانی مسلمان بلوچوں میں بتواتر منقول ہے کہ اب سے قریب چار ساڑھے چار سو سال ملا محمد نامی ایک شخص اپنے وطن اٹک (پنجاب) سے حج بیت اللہ کے لئے گیا۔ وہاں اس کے دماغ میں نبوت کا سودا سمایا۔ حج سے براستہ شام، عراق، ایران، بلوچستان واپس آیا۔ دوران سفر اعلان نبوت کے لئے مناسب ماحول کا متلاشی رہا۔ جب اس کا گذر کیچ کے پسماندہ علاقہ سے ہوا تو ماحول کو سازگار پا کر تربت کے قریب ایک پہاڑی پر، جو اب کوہ مراد کے نام سے مشہور ہے قیام کیا۔ کچھ عرصہ بعد کافی معتقدین اور اثر رسوخ پیدا ہونے پر شہر تربت کے مغرب میں کہور (پنجابی میں جنڈ اور لاطینی میں PROSOPIS) کے ایک پرانے درخت کی کھوہ میں ایک کتاب لکھ کر رکھ دی اور مشہور کیا کہ الہام کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اس پر کتاب نازل ہوئی ہے اور فلاں جگہ محفوظ ہے۔ معتقدین کو ساتھ لے جا کر وہ کتاب برآمد کی۔ نبی اور مہدی آخر الزمان ہونے کا دعویٰ کیا۔ اپنی کتاب اور مذہب کا نام 'داعی' رکھا جو بگڑ کر 'ذاہی' ہو گیا۔

ذکریوں کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب ان کے بڑے ملائی کے پاس موجود ہے مگر کسی کو دکھاتے نہیں ہیں۔ ان کے قدیم مذہبی رہنماؤں کے قلمی نوشتوں میں اس کا نام 'برہان'، 'برہان التاویل' اور 'کنز الاسرار' بھی لکھا ہے۔ یہ فارسی نثر اور قطعات پر مشتمل بتائی جاتی ہے۔ بعد ازاں اپنے مریدین خاص کے ذریعہ پانی اور دودھ سے پُر دو مشکیزے زمین میں دفن کروا دئے اور لوگوں کے سامنے نیزہ مار کر زمین سے پانی اور دودھ کے چشمے نکالنے کا معجزہ دکھلایا۔ اب اس کی جگہ ملا مراد کا بنایا ہوا کنواں ہے جس کو شیریں دو کُرم کہتے ہیں۔ اپنے مریدین کو بتایا کہ اس کتاب کے ذریعہ شریعت محمدی کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ آج سے

کلمہ یہ ہے: "لا الہ الا اللہ نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ"۔ نماز معاف کر دی گئی ہے۔ اس کی جگہ ذکر رکھا گیا ہے جس کی مناسبت سے یہ لوگ ذکری کہلاتے ہیں۔ رمضان کے روزوں کی بجائے ذی الحجہ کے پہلے آٹھ دن کے روزے ہیں۔ زکوٰۃ کے بجائے عُشر یعنی آمدنی کا دسواں حصہ اللہ کی راہ میں دیا جائے اور حج آیندہ سے اسی پہاڑی پر ہوا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مذہب سے تکلیفیں دور کر دی ہیں۔ اور آسانیاں بہم پہنچائی ہیں۔ اب شریعت محمدی پر ایمان رکھنا کفر ہے۔ اور شریعت مہدی کا اتباع فرض ہو گیا ہے۔ قریب دس سال کے بعد جب یہ کاروبار چلنا کچھ مشکل نظر آیا تو ایک رات کو اپنی چادر زمین میں دفن کر کے روپوش ہو گیا۔ غالباً اپنے وطن واپس چلا گیا۔ چادر کا ایک کونہ زمین سے باہر رکھا تھا۔ مریدین خاص نے مشہور کیا کہ نور تھا نور میں جا ملا۔ زمین میں غوطہ زن ہو کر آسمان پر پہنچ گیا۔ اب عرش پر اللہ تعالیٰ کے روبرو کرسی نشین ہے۔ اپنی امت کی نگرانی اور وکالت کرتا ہے اپنے کسی امتی کو دوزخ میں نہیں جانے دے گا۔

مریدین خاص میں سے گچکی سردار ملا مراد خلیفہ ہوا۔ اُس نے اِس مذہب کو بڑا فروغ دیا۔ اس نے ذکر و مناسک اور دیگر مذہبی شعائر و رسوم کا تعین کیا۔ کوہِ مراد کعبہ کا ہم پایہ مقام محمود المعمور۔ بحر کہور مہبط الہام۔ ہزّنی کاریز زمزم اور گُل ۶ ڈن عرفات قرار پائے۔ ملا مراد کے بیٹے ملک دینار نے سارے مکران میں بجبر اس مذہب کو پھیلایا۔

ذکری مذہب کی کہانی ذکریوں کی زبانی

اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے محمد مہدی کو پیدا کیا۔ اور مہدی کے نور سے ساری کائنات کو پیدا کیا۔ تمام انبیاء۔ اولیاء۔ دنیا کی دیگر جلیل القدر ہستیوں اور مقامات مقدسہ نے مہدی کے نور ہی سے فیض خصوصی پایا ہے۔ نوح کو طوفان سے۔ ابراہیم کو آتش نمرود سے۔ موسیٰ کو غرقابی سے نور مہدی نے نجات دلوائی۔ عیسیٰ اسی کے نور سے مردوں کو جلایا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محمد مہدی کو کائنات کی سیر روحانی کرائی۔ جب آسمانوں پر گذر ہوا تو فرشتے اس کے نور کا جلوہ دیکھ کر ستر ہزار برس تک بے ہوش پڑے رہے۔ ہوش آنے پر اللہ تعالیٰ سے پوچھا یہ کیسا نور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ مہدی کا نور ہے۔ اس کو میں نے اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔ جو میں ہوں وہی یہ ہے۔ جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل اور عزرائیل کو خصوصی زیارت کرائی گئی۔ اور وہ مقرب بارگاہ ایزدی ہوتے۔ آسمان پر لوح محفوظ میں تمام آسمانی صحائف کو ان کے نزول سے قبل دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ اپنے صحیفہ کے لئے انتخاب کر لو۔ مہدی نے دیگر کتب سماوی سے چار مسائل نکالے اور قرآن کے چالیس اجزاء میں سے دس انتخاب کر لئے جو رموز خداوندی پر مشتمل تھے۔ اس مجموعہ کا نام 'برہان' یا 'کنز الاسرار' ہے۔ یہی وقت پر مہدی کے لئے بحر کہور پر نازل ہوا۔ قرآن کے باقی تیس اجزا جو ظاہری احکام پر مشتمل تھے احمد عربی پر نازل ہوئے۔ مہدی نے کہا ہے ؎

من ز قرآں مغز را برداشتم استخواں پیشِ سگاں بگذاشتم

محمد مہدی کا جسمانی ظہور ۹۷۷ ہجری میں نواح اٹک میں ایک اونچی پہاڑی پر ہوا۔ قرآن کا مہدی منتظر آ گیا۔ کوئی دوسرا مہدی اب نہیں آئے گا۔ مہدی نے ظہور کے بعد سیر جہانی شروع کر دی۔ ۳۳ سال تک مختلف ممالک کی سیر کی۔ عوام پر خود

اپنا راز آشکارا نہ کیا۔ جو لوگ اپنی بصیرت سے پہچانتے گئے ... ہوتے گئے جن لوگوں نے ہدایت قبول کی وہ مومن قرار پاتے اور مہدی کے امتی ہوگئے۔ سب سے پہلے سید محمد جونپوری نے پہچانا اور ایمان لایا۔ اس کو امین پایا اور چند حقائق سپرد کر دئے۔ اور ہدایت کی کہ سوائے اہلِ ایمان کے ان کو سب سے پوشیدہ رکھنا۔

تیس سال کے بعد تاشقند سے گذر ہوا وہاں سے ایک لڑکا ابوسعید نامی ایمان لاکر ساتھ ہولیا۔ قصر قند میں میر عبداللہ جنگی اور ملا شہداد ایمان لائے۔ گوادر کے قریب پہاڑ پر چلہ کیا۔ وہ اب تک جبلِ مہدی کہلاتا ہے۔ ۳۳ سال کے بعد کیچ میں پہنچا تربت کے قریب اس پہاڑ پر جس کا نام اب کوہ مراد ہے۔ اپنے رفقاء کے ساتھ قیام کیا۔ سات یا دس سال ذکر الٰہی میں مشغول رہا۔ اس دوران ہزارہا انسانوں نے بیعت کی۔ حاکم سرباز، حاکم کیچ۔ حاکم پنجگور اور ملا مراد گچکی بھی ایمان لائے۔ ملا مراد کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور ایک دن آدھی رات کو جب کہ سب سو رہے تھے زیر زمین غوطہ لگا کر غائب ہوگیا۔ نشانی کے لئے اپنی چادر کا ایک کونہ زمین سے باہر چھوڑ دیا۔ نور تھا نور سے جا ملا۔ اب اپنے مقام پر اللہ تعالیٰ کے روبرو عرش پر کرسی نشین ہے اپنی امت کی نگرانی اور وکالت کرتا ہے۔ اپنے کسی امتی کو دوزخ میں نہ جانے دے گا۔

ملا مراد اور اس کے بیٹے ملک دینار نے مذہب کی بڑی خدمت کی اور دور دراز علاقوں تک پھیلایا۔ بعض ذکری یہ کہتے ہیں کہ غوطہ لگاتے وقت صرف ابوسعید جاگ رہا تھا۔ اس کو کچھ امانت سپرد کر گئے۔ اس نے کیچ میں حکومت قائم کرلی۔ اس کے بعد سید سراج الدین (چراغ اللہ داد) کیچی نے ذکری فرقہ کا انتظام سنبھالا، طریقہ ذکر سکھایا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے ملا عیسیٰ اور ملا موسیٰ اور نواسہ ابوبکر فرقہ کی ہدایت کرتے رہے۔ بعد کو ملا مراد گچکی خلیفہ ہوا۔ اس نے کوہِ مراد کو دین کا مرکز بنایا۔

ذکریوں کے عقائد۔ مناسک۔ شعائر و رسوم

۱۔ ذکریوں کا عقیدۂ مہدی | محمد مہدی اٹکی (اتکی، عتقی) داعی الی اللہ ہے، مہدی ہے، رسول ہے۔ نبی آخر الزمان ہے۔ ختم الرسل، ختم الولایت ہے۔ خدا کا امین ہے۔ خلیفۃ الرحمان ہے۔ صاحب کتاب ہے۔ کامل العلم و کامل العقل ہے نورِ مجسم ہے۔ زندہ جاوید ہے۔ مکان و زمان سے پاک ہے۔ اس کے نہ ماں ہے نہ باپ۔ نہ بیوی ہے نہ اولاد۔ مرشدِ خلق ہے ہادیٔ برحق جن و انس۔ حیوانات، نباتات و جمادات ہے۔ اس کے آنے کی بشارت تمام کتبِ سماوی نے دی ہے۔ حدیثیں ہیں ہے۔ وہ وجہ تخلیق کائنات ہے۔ حدیثِ قدسی "لولاک لما ...." مہدی کی شان میں ہے۔ خدا مہدی کا عاشق ہے اور مہدی اس کا معشوق، معشوق کا رتبہ کلیم سے بلند ہے۔ وہ سب انبیاء سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مہدی پر ایمان لانے کے لئے تمام انبیاء سے اقرار کرایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت مہدی کے سپرد کر دی ہے جس کو چاہے دے اور مہدی نے یہ اختیار اپنے خلفاء کے سپرد کر دیا ہے۔ مہدی نے ارکانِ اسلام اور شریعت احمدی (محمدی) کو منسوخ کر دیا اور شریعتِ مہدی کا اجرا کیا جو تا قیامت برقرار رہے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کرنے کے لئے زمین سے مشتِ خاک لی تو اس سے وعدہ کیا کہ وہ مہدی کو زمین پر اتارے گا

مہدی کا منکر، اس کو جھوٹا کہنے والا اور اس پر شک کرنے والا کافر ہے۔ نماز روزہ اور دیگر عبادات اس کو دوزخ سے نہیں بچا سکتیں مہدی کا نافرمان ازلی بدبخت ہے۔ وہ تاویلِ قرآن ہے۔ اس نے لوحِ محفوظ کی تحریر کے مطابق تاویل کی ہے اور اسی کے مطابق دعوت دی ہے۔ محشر میں وہ صاحبِ لواء ہوگا۔ وہ شافعِ محشر ہے۔

۲۔ رسالتِ محمدی | جن کو مسلمان محمد مصطفےٰ کہتے ہیں ان کا اصل نام احمد ہے محمد نہیں ہے۔ اور نبیوں کی طرح وہ بھی ایک نبی ہیں۔ ان پر صرف اجمالی ایمان ضروری ہے۔ وہ خاتم الانبیاء اور ختم المرسلین نہیں ہیں۔ قرآن احمد عربی پر نازل نہیں ہوا۔ بلکہ احمد کے واسطہ سے محمد مہدی پر نازل ہوا۔ احمد کی شریعت محمد مہدی نے منسوخ کر دی اب شریعت احمدی کو ماننا کفر ہے اور شریعت محمد مہدی کا اتباع فرض ہے۔ قرآن میں جہاں کہیں محمد کا لفظ آیا ہے اس سے مراد محمد مہدی ہے۔

۳۔ معراج | احمد مصطفیٰ نے ایک مرتبہ جمعہ کے دن اپنے اصحاب کے اجتماع میں کہا کہ "میں محمد اور خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔" عائشہ کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کہ بغیر وحی کے آپ نے ایسا کیوں کہا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ کیونکہ روزِ ازل ہی اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکا تھا کہ نورِ اولین و آخرین و نبی آخرالزمان محمد مہدی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو بھیجا کہ جا کر احمد کو لے آؤ تاکہ وہ یہاں آکر خود میرے محبوب محمد مہدی کو دیکھ لے اور سمجھ لے کہ میرا محبوب اور خاتم النبیین محمد مہدی ہے۔ جبریل نے احمد مصطفیٰ کو پیغام پہنچایا اور ساتھ لے کر چلے۔ جب فلک اول پر پہنچے تو دروازہ مقفل تھا اور فرشتہ کلکائیل اس کی حفاظت پر مامور تھا۔ اس کی ہدایت پر احمد نے بڑی عاجزی سے یہ دعا پڑھی۔

"اوپیر یا مریدیم، او پدر ما فرزندیم، ما ایمان آوردہ ایم بر لا الہ الا اللہ نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ و مہدی مراد اللہ و محبوب اللہ و نور اللہ و عزیز اللہ و رحیم اللہ و فضل اللہ و سعد اللہ و شہید اللہ و حقوق اللہ، نورٌ علی کل خلق اللہ و داعیاً الی اللہ باذنہٖ سراجاً منیراً" یہ دعا پڑھتے ہی دروازہ کھل گیا۔ پھر اور دعائیں بتائیں جن کو پڑھنے سے ہر آسمان کے دروازے کھلتے اور آپ گذرتے چلے گئے۔ آخر درخت سدرہ کے نیچے پہنچے۔ اسی قسم کی ایک طویل دعا بہت جزع اور فزع سے پڑھنے کے بعد حاملانِ عرش نے درخت کے اوپر پائے عرش تک پہنچا دیا۔ احمد نے دیکھا کہ عرش پر اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نہایت حسین نورانی چہرے والا، دراز قد اور دراز دست، باوقار شخص کرسی نشین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے احمد سے کلام کیا۔

"اے احمد تو نے اپنے صحابہ کی مجلس میں خود کو محمد اور خاتم النبیین کہا۔ حالاں کہ محمد اور خاتم النبیین، نورِ اولین و آخرین مہدی ہے۔ اور وہ یہ میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ اس میں کبھی اپنے سے جدا نہیں کرتا۔ اس سے ہدایت اور علم شریعت حاصل کرو۔" جب احمد محمد مہدی کی طرف متوجہ ہوا تو مہدی نے کہا۔ "میں باپ، تو میرا بیٹا" "میں تجھے اس بات پر نصیحت کرتا ہوں جو تو نے اپنے اصحاب کی مجلس میں کہی۔ تیرا نام احمد ہے یا محمد؟ احمد نے جواب دیا۔" مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میرا نام احمد ہے، محمد اور خاتم النبیین تو ہے۔" پھر مہدی نے بہت سی ہدایات دیں۔ دنیا میں واپس آکر احمد نے اپنے صحابہ کو نصیحت کی کہ مہدی کا انکار نہ کرنا۔ وہی محمد خاتم النبیین نورِ اولین و آخرین ہے، میرے بعد دنیا میں آئے گا۔ مہدی کے امتیوں کے ساتھ بغض نہ رکھنا۔ ان کا مال

نہ کھانا اور ان کو قتل نہ کرنا" (نعوذ باللہ. نقلِ کفر کفر نباشد)

۴. قرآن | احمد مصطفےٰ نزولِ قرآن کا صرف واسطہ تھے، وہ نازل محمد مہدی کے لئے ہوا تھا۔ لہذا اس کی وہی تعبیر و تفسیر معتبر ہے جو مہدی سے منقول ہو کیونکہ مہدی نے قرآن کی تاویل لوحِ محفوظ کی تحریر کے مطابق کی ہے۔ سیرِ آسمانی کے دوران مہدی نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اپنی کتاب کے لئے چار مسئلے توریت، زبور اور انجیل سے نکالے۔ اور قرآن شریف سے جو چالیس اجزاء پر مشتمل تھا، دس اجزاء منتخب کئے۔ یہ اسرارِ خداوندی اور مغزِ قرآن تھے۔ یہی مجموعہ وقت آنے پر برہان کے نام سے برٓ کہور پہ محمد مہدی کے لئے اتارا گیا۔ مہدی کہتا ہے ؎

من ز قرآں مغز را برداشتم — استخواں پیشِ سگاں بگذاشتم

یعنی باقی تیس سپارے ہڈیاں ہیں اور مسلمان کتے۔

ذکری ملّائیوں نے اپنے عقائد قرآن شریف سے ثابت کرنے کے لئے بہت بھونڈے پن سے قرآنی الفاظ اور آیات میں معنوی تحریف کی ہے جس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:-

۱- قرآن میں جہاں کہیں محمد کا لفظ آیا ہے اس سے مراد محمد مہدی ہے۔

۲- اسی طرح سے جہاں کہیں ذکر کا لفظ آیا ہے اس سے مراد ذکریوں کا وہ مخصوص ذکر ہے جو وہ نماز کے بجائے کرتے ہیں۔

۳- الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر۔ اس آیت میں نماز کی چند خوبیاں ضرور بتائی گئی ہیں لیکن ذکر کو نماز سے کہیں برتر و افضل بتایا گیا ہے۔ نماز تو چھوٹی سی چیز ہے۔ ذکر اس سے بہت بڑی چیز ہے۔

۴- لاتقربوا الصلوٰۃ (نساء-۴۳) اس آیت میں نماز پڑھنا تو درکنار اس کے قریب تک جانے کو منع کیا گیا ہے۔

۵- اَقِمِ الصلوٰۃ لذکری (طٰہٰ-۱۴) اس آیت میں صاف اور صریح حکم ہے کہ میرا ذکر کرنے کے لئے صلوٰۃ قائم کرو۔ یہ ہمارا ذکر ہی تو صلوٰۃ ہے نہ کہ وہ نماز جو مسلمان پڑھتے ہیں۔ اس کا طریقہ قرآن میں کہیں نہیں مذکور ہے۔ احمد مصطفےٰ نے یہ طریقہ بتایا تھا اب مہدی نے اس کو منسوخ کر دیا ہے۔

۶- ثم ان علینا بیانہ (قیامت-۱۹) پھر اس کی (قرآن کی) تشریح کرنا ہمارا (ذکریوں) کا کام ہے۔

۷- فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون (نحل-۴۳) اس آیت میں بالکل صاف حکم ہے کہ جو بات تم نہیں سمجھتے ذکریوں سے پوچھو۔

۸- یا ایہا النبی انا ارسلنٰک شاہداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ سراجاً منیراً (احزاب ۴۵-۴۶)

۹- افمن کان علیٰ بیّنۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ (ہود-۱۷) یہ دونوں آیتیں محمد مہدی کی شان میں ہیں۔

۱۰- حتّٰی تاتیہم البینۃ (بینۃ-۱) یہاں "بیّنۃ" مہدی ہے۔ اور اگلی آیت میں کتبٌ قیّمۃ سے مراد وہ دس اجزائے قرآن ہیں جو مہدی پر نازل ہوئے۔

۱۱- واصطنعتک لنفسی (طٰہٰ-۴۱) میں نے تجھ کو یعنی مہدی کو اپنے لئے منتخب کر لیا۔ اگلی آیت میں ولا تنیا فی ذکری کہہ کر

موسیٰ اور ہارون دونوں کو تاکید کی گئی ہے کہ اللہ کے ذکر میں سستی نہ کریں۔ ثابت ہے کہ ذکر کی تعلیم تمام انبیاء کو دی گئی۔

۱۲۔ قُل لَّو کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّی ..... (کہف۔ ۱۰۹) اس آیت میں احمد کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو محمد مہدی کے علم کی وسعت کے بارے میں آگاہ کر دیں۔

۵۔ کلمہ طیبہ | پہلے نبی حضرت آدم تھے ان کا کلمہ لا الہ الا اللہ آدم صفی اللہ تھا۔ انبیاء آتے رہے اپنے کلمے لاتے رہے اور وہ ان کے ساتھ ہی جاتے رہے۔ احمد مصطفےٰ نے محمد مہدی کا ہی کلمہ پڑھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، مہدی ہی نور محمد ہے مہدی آیا تو کلمے کی اور وضاحت ہو گئی۔ لا الہ الا اللہ نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ۔ اب قیامت تک یہی کلمہ رہے گا۔ جو اس کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ تمام انبیاء کو اس کلمہ کی تلقین کی گئی۔ احمد مصطفےٰ کو معراج میں یہی کلمہ پڑھایا گیا۔ بہشت کے دروازے پر یہی کلمہ لکھا ہے۔ ساتویں آسمان پر ایک پرندے کے اوپر بھی یہی کلمہ لکھا ہوا ہے۔ مہدی کے امتی جب یہ کلمہ پڑھتے ہیں تو ان کے گناہ اگر پہاڑ کے برابر بھی ہوں تو نور پاک کی برکت سے وہ ان سے پاک ہو جاتے ہیں۔ جو اس کلمہ کا دشمن ہے اس کی جگہ اسفل السافلین ہے۔

ذکریوں کا ایک دوسرا کلمہ بھی ہے جو ذکر میں پڑھا جاتا ہے۔ لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین نور محمد مہدی رسول اللہ، مراد اللہ صادق الوعد الامین۔

۶۔ ایمان مجمل | ذکریوں کا مجمل ایمان اس کلمہ پر ہے۔ اللّٰہُ اِلٰہُنَا محمد نبینا القرآن والمھدی امامنا آمنا وصدقنا۔ یہاں بھی محمد سے مراد محمد مہدی ہی ہے۔

۷۔ نجاست وطہارت | ذکری مذہب میں نجاست وطہارت کے طریقے کوئی نہیں۔ استدلال دلچسپ ہیں۔

وضو کے معنی پر غور کرو۔ وہ پانی سے دھو لینے سے حاصل نہیں ہوتا۔ اصل وضو باطل سے پرہیز ہے۔ تقویٰ کی راہ میں قدم اٹھا تو وضو قائم ہو گیا۔ پانی کی حاجت نہیں۔ توبہ واستغفار کرنا دل جسم اور روح کو باطل سے دھونا ہے۔ اور ذکر الٰہی میں استغراق خدا کے دریائے رحمت میں غرق ہونا ہے۔ اس طرح جسم ظاہر پلیدی سے اور روح گناہوں سے پاک ہو جاتی ہے۔ پانی کی کیا ضرورت ہے یہی وضو ہے اور یہی غسل۔

جماع یا احتلام کے بعد غسل فرض نہیں ہوتا۔ صرف مقام مخصوصہ کو دھو لینا یا صاف کر لینا کافی ہے۔ فعل صرف اعضائے جنسی سے سرزد ہوتا ہے۔ وہی پلید ہوتے ہیں، باقی جسم کی کیا خطا ہے۔ وہ کیسے نجس ہو گیا کہ اس کو دھویا جائے۔

پیشاب پاخانہ سے صرف شلوار نجس ہو سکتی ہے تو اس کو عبادت کے وقت اتار دیا جائے۔ ذکریوں کی کمر میں ڈوری بندھی رہتی ہے اور ذکر خانوں میں قریب آدھ گز کے کپڑے کے ٹکڑے پڑے رہتے ہیں۔ ذکر کے وقت شلوار اتار کر رومال کمر کی ڈوری میں آگے پیچھے گھرس کر حلقہ میں دو زانو بیٹھ جاتے ہیں۔

حیض و نفاس ایسی نجاستیں ہیں جو دھونے سے بھی پاک نہیں ہوتیں لہٰذا عورتیں ذکر اور طواف کے وقت شلوار اتار دیتی

ہیں - ان کو رومال سے ستر پوشی کی بھی ضرورت نہیں لمبا کرتہ کافی ہے -

۸ - نماز نماز کی فرضیت ختم ہوگئی - اس کا قائم مقام ذکر ہے - نماز پنج گانہ - جمعہ و عیدین پڑھنا خطا ہے پڑھنے والا گمراہ ، بے دین اور کافر ہے - قرآن شریف میں صلوٰۃ کئی معنوں میں آیا ہے - 'اقیموا الصلوٰۃ' میں رحمت و احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے - 'لا تقربوا الصلوٰۃ' میں اس نماز کے پاس تک نہ جانے کا حکم دیا گیا ہے جو مسلمان پڑھتے ہیں - 'اقم الصلوٰۃ لذکری' میں صاف صاف حکم دیا گیا ہے کہ ذکر ہی صلوٰۃ ہے اسی کو قائم کرو - مسلمان جس طرح نماز پڑھتے ہیں اس کا طریقہ قرآن شریف میں کہیں نہیں بتایا گیا - احمد مصطفےٰ نے بنایا تھا اب اس کی شریعت محمد مہدی نے منسوخ کردی اور نماز کے بجائے ذکر کرنے کا طریقہ بتا دیا -

نمازی کا منہ کالا ان کا تکیہ کلام ہے - نماز پڑھنے والے کو تمسخراً "کین تول" یعنی چوتڑ اچکانے والا - احمق و بے شرم کہتے ہیں - اس کے مقابلہ میں خود کو "چمروک" روشن دیدہ یعنی صاحب نظر اور روشن ضمیر کہتے ہیں -

ذکر - ہر بالغ ذکری مرد عورت پر ذکر فرض ہے (بحکم اقم الصلوٰۃ لذکری) ذکر کے کئی اقسام اور اوقات ہیں - ذکر خفی خاموشی سے دل میں کیا جاتا ہے - (بحکم واذکر ربک فی نفسک تضرعاً و خیفۃً و دون الجہر من القول - انفال ۲۰۵) ذکر جلی بآواز بلند کیا جاتا ہے - ذکر خفی انفرادی ہوتا ہے - اور کسی جگہ بھی کیا جا سکتا ہے - ذکر جلی اجتماعی ہے - حلقہ باندھ کر ذکر خانہ میں کیا جاتا ہے (بحکم فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ - نور ۳۶) قبلہ رو ہونا ضروری نہیں (بحکم فاینما تولوا فثم وجہ اللہ بقرہ - ۱۱)

ذکر خانہ مربع یا مستطیل شکل کا بے محراب کا کمرہ ہوتا ہے - جس کا دروازہ کسی سمت میں بھی ہو سکتا ہے - امتیاز کے لئے دروازے پر یا کونوں پر چھوٹے چھوٹے مینار بھی بنا دیتے ہیں - عورتوں اور مردوں کے ذکر خانے الگ ہوتے ہیں - دیہاتوں میں کوئی جھگی اور خانہ بدوش کوئی خیمہ ہی ذکر خانہ کے لئے مخصوص کر دیتے ہیں - بلوچی زبان میں "خ" نہیں ہوتی لہذا ذکر خانہ کو ذکرانہ یا ذگرانہ کہتے ہیں -

ذکر کے چھ اوقات ہیں :-

۱ - ذکر فجر - وقت صبح صادق سے قبل - یہ ذکر خفی ہے ۵ مرتبہ تسبیح لا الہ الا اللہ پڑھی جاتی ہے -

۲ - ذکر گوربام - وقت قریب طلوع آفتاب - یہ ذکر جلی ہے تسبیح لا یہ جوا پڑھ کر ایک طویل سجدہ کیا جاتا ہے - پھر لا الہ الا اللہ حسبی ربی اور جل اللہ کی تسبیحات پڑھ کر وقت طلوع آفتاب ایک اور سجدہ کیا جاتا ہے

۳ - ذکر نیم روچ یا غروچ - وقت زوال آفتاب ذکر خفی ہے تسبیح لا یہ جوا کے علاوہ سب تسبیحات پڑھی جاتی ہیں سجدہ نہیں ہوتا -

۴ - ذکر روچ زرد - قبل غروب ذکر خفی ہے - یہ ذکر تسبیح لا یہ جوا پر ختم ہو جاتا ہے - آخر میں وقت غروب ایک سجدہ

ہوتا ہے۔

۵. ذکرِ سرِ شب۔ وقت عشاء ذکر جلی ہے۔ یہ ذکر نیم روچ کی طرح ہوتا ہے مگر جلی۔

۶. ذکرِ نیم ہنگم یا نیم شبی۔ وقت نیم شب ذکر خفی ہے مگر شب جمعہ کو جلی ہوتا ہے تسبیح لا الہ الا اللہ کا ورد ہزار بار کیا جاتا ہے اور ہر سو مرتبہ کے بعد ایک سجدہ کیا جاتا ہے۔

ذکر میں ایک تسبیح یا چند تسبیحات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ ہر تسبیح چند قرآنی آیات، دعاؤں اور زوائد پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہر تسبیح کو اس کے ابتدائی فقرے موسوم کرتے ہیں۔

تسبیحات کے نام یہ ہیں:-

پہلی تسبیح	لا الہ الا اللہ	اس میں ایک کلمہ ہے۔
دوسری تسبیح	حسبی ربی	اس میں تین کلمے ہیں۔
تیسری تسبیح	لا یرجوا	یہ گیارہ کلمات پر مشتمل ہے۔
چوتھی تسبیح	سبحان الذی	اس میں نو کلمات ہیں۔
پانچویں تسبیح	اللہ اللہ ... ھو	اس میں دس کلمات ہیں۔
چھٹی تسبیح	جلّ اللہ	اس میں ایک لمبا کلمہ ہے۔

ذکر میں نماز کی رکعات کی طرح دو سے بارہ تک تسبیحات ہوتی ہیں۔ ایک نام کی ایک سے زائد تسبیحات بھی ہیں۔ ذکر خفی کے لئے کسی نیت۔ جگہ، امام و اہتمام کی ضرورت نہیں ہے مگر ذکر جلی کا اہتمام ہوتا ہے۔

طریقہ ذکر جلی | ذکری حلقہ بنا کر ذکر خانہ میں دو زانو بیٹھتے ہیں ایک شخص امامت کے فرائض انجام دیتا ہے۔ امام بہ آواز بلند ذکر کے کلمات پڑھتا ہے اور حلقہ بند ذکری آواز ملا کر اس کے الفاظ دہراتے ہیں۔

عوذ باللہ۔ بسم اللہ۔ الحمد شریف۔ قل ہو اللہ۔ قل اعوذ برب الناس۔ آمنت باللہ ذکریاں پڑھ کر نیت کی جاتی ہے (بلوچی سے ترجمہ) نیت کرتا ہوں ذکر (تعداد ۲-۴-۶) تسبیح وقت (-----) بنام اللہ تعالیٰ، یاد کرتا ہوں پاک پروردگار کو یقین سے، پہچانتا ہوں محمد مہدی کے دین کو سر آنکھوں سے، عہد کرتا ہوں دل سے اور اقرار کرتا ہوں زبان سے، اللھم واحدٌ لا الہ الا اللہ الرحمٰن الرحیم، فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون۔ بحق ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔"

اللہ اکبر۔ اب ذکر شروع ہوتا ہے۔ نمونہ کے طور پر پہلی تسبیح لکھی جاتی ہے۔

لا الہ الا اللہ۔ پندرہ مرتبہ

لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ صادق الوعد الامین

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین ۵

ربنا افرغ علینا صبراً و ثبت اقدامنا فانصرنا علی القوم الکافرین ہ

ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً و فی الاخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار ہ

آمین یا اللہ برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

ہر تسبیح میں ذکر ی کلمہ ہوتا ہے ۔ تسبیحات کے آخر میں کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرتے ہیں اور رکوع میں یہ پڑھتے ہیں :۔

ان الذین عند ربک لا یستکبرون من عبادتہ ویسبحون ۔ استغفر اللہ الذین ۳ بار

پھر اللہ اکبر لہ یسجدون کہہ کر طویل سجدہ کرتے ہیں ۔ حلقہ میں جس کا جس طرف رخ ہوتا ہے اسی طرف سجدہ کر لیتا ہے ۔ سجدے میں یہ پڑھتے ہیں :۔

"سبحان ربی الاعلیٰ ۔ سبحان ربی الاعلیٰ العلی العظیم ۔ سبحان ربی الاعلیٰ عما یصفون ۔ سبحان الملک المقصود ۔ سبحا الملک الموجود ۔ سبحان الملک المعبود ۔ سبحان الملک الجبار ۔ سبحان الواحد القہار ۔ سبحان العزیز الغفار ۔"

سجدہ سے اٹھ کر ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں ۔ اس کے بعد پہلے اپنی زبان میں اپنی مرضی کی دعا ۔ پھر مقررہ طویل عربی و فارسی دعا پڑھتے ہیں ۔ آخر میں سب نبیوں کے کلمے پڑھ کر ذکر ختم کر دیتے ہیں ۔

۹ ۔ چوگان یا کشتی | یہ اجتماعی عبادت اور نفلی ذکر ہے ۔ سب سے اہم چوگان ذی الحجہ کی شب نہم کو ہوتا ہے اس کے علاوہ ذی الحجہ کی پہلی دس شبوں میں ۔ رمضان شریف کی ستائیسویں شب کو ۔ چاند کی تیرھویں ۔ چودھویں اور پندرھویں شب کو ، شب جمعہ کو ، شادی ، ختنہ ، ولادت کے مواقع پر اور کسی منت کے پورا ہونے پر کیا جاتا ہے ۔ دن کے وقت بھی ہوتا ہے ۔ خصوصاً دس ذی الحجہ اور شادی ، ختنہ وغیرہ کے مواقع پر ۔ یہ ایک عام بلوچی رقص سے مشابہ ہے ۔ مگر اس میں ڈھول نہیں بجایا جاتا ۔ گھنٹہ دو گھنٹہ سے لے کر ساری رات یا سارے دن بھی جاری رہتا ہے ۔ بڑی آبادیوں میں مردوں اور عورتوں کے چوگان الگ ہوتے ہیں چھوٹی جگہوں پر مخلوط ہوتے ہیں ۔ مرد ۔ عورت ۔ جوان ۔ بچے اور بوڑھے سب شریک ہوتے ہیں ۔

پچاس ساٹھ لوگ حلقہ باندھ کر آگے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں ۔ درمیان میں ایک خوش آواز ، آراستہ و پیراستہ عورت کھڑی ہوتی ہے ۔ یہ امام چوگان ہوتی ہے اسے "سرگان" کہتے ہیں ۔ اگر چوگان دیر تک جاری رہتا ہے تو ایک سے زائد سرگان ہوتی ہیں ایک آرام کرتی ہے تو دوسری فرائض انجام دیتی ہے ۔ پہلے سرگان ترنم سے بلوچی زبان میں ایک بول پڑھتی ہے پھر حلقہ بند ذکری آواز ملا کر دوسرا جوابی بول پڑھتے ہیں ۔ اور رقص کرتے جاتے ہیں ۔ باری باری ایک طرف کا بازو اور دوسری طرف کا پیر اٹھاتے ہیں اور دائرے میں بھی حرکت کرتے جاتے ہیں ۔ کل ۳۵ بول اور ان کے جواب ہیں ۔ سب بول ختم ہو جانے کے بعد حلقہ منتشر ہو جاتا ہے ۔ تھوڑی دیر کے بعد حاضرین میں سے لوگ اٹھ کر دوسرا حلقہ باندھتے ہیں ، اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا ہے ۔ حاضرین اور حلقہ بند لوگوں کے چہروں پر عبادت کرنے والوں کی سی سنجیدگی محسوس نہیں ہوتی ۔ رقص کا سا ہی ماحول ہوتا ہے ۔

عورت جو بول پڑھتی ہے اسے "پربندگ" کہتے ہیں اور دوسرے بولوں کو "جواب" کہتے ہیں ۔ نمونہ کے لئے چند بول درج

کیے جاتے ہیں۔ بول اپنے وزن کی طوالت کے اعتبار سے دوچاپی، سہ چاپی یا چہار چاپی کہلاتے ہیں۔ یعنی ایک بول ادا کرنے میں کتنی مرتبہ قدم رکھنا اٹھانا پڑتا ہے۔

پربندگ جو سرودگان بولتی ہے	جواب جو حلقہ بند ذکری آواز ملا کر بولتے ہیں
کے واہبت او کے آگہ	بندہ واب خدا آگہ
(کون سوتا ہے اور کون جاگتا ہے)	(بندہ سوتا ہے، خدا جاگتا ہے)
کوہ ءِ مرادءَ گنجے در تلگ	اژ برکت ءِ مہدی چراگ ءُ
(کوہ مراد پر خزانہ نکلا ہے)	(مہدی کی برکت سے چراغاں ہے)
یادءِ ہادی یاد کناں	یادءِ قلندر یا نور پاک
(ہادی کو یاد کرتا ہوں)	(فقیر کی صدا ہے یا نورِ پاک)
ہادیا	مہدیا
(ہادی کون ہے)	(مہدی کون ہے)

۱۰۔ روزہ ماہ رمضان المبارک کے روزے محمد مہدی نے منسوخ کر دیے ہیں۔ ان کی فرضیت ختم ہو چکی ہے ان کی بجائے ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی آٹھ روزے فرض ہیں۔ کچھ نفل روزے ہیں۔ دو شنبہ کا روزہ، ایام بیض یعنی چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کا روزہ۔ روزہ چوبیس گھنٹے کا ہوتا ہے۔ عشاء کے وقت شروع ہوتا ہے اور اسی وقت دوسرے دن افطار ہوتا ہے۔

۱۱۔ زکوٰۃ محمد مہدی نے زکوٰۃ کی اسلامی شرح منسوخ کر دی ہے اُس کے بجائے عُشر مقرر کیا ہے۔ ہر طرح کی آمدنی پہ دسواں حصہ واجب الادا ہوتا ہے۔ جس کو وہ "یک" اور "پنڈگ" بھی کہتے ہیں۔ زکوٰۃ ان کے ملّائی وصول کرتے ہیں اور اپنے نجی مصارف میں لاتے ہیں اسی وجہ سے شرح بڑھا کر مقرر کی ہوئی ہے۔

زکوٰۃ کے کچھ شرمناک مسائل بھی ہیں جن کو یہ پوشیدہ رکھتے ہیں تعلیم کے ساتھ ان پر عمل تو کم ہوتا جا رہا ہے لیکن عقیدتاً مانتے ہیں یعنی عورت کو اپنے جسم کی زکوٰۃ نکالنا ہوتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ عورت کو نکاح کے بعد شبِ زفاف کو ملائی کے پاس پہنچا دیا جاتا ہے وہ اس سے صحبت کر کے اس کو زکیہ اور محصنہ بنا دیتا ہے۔ عقیدہ یہ ہے کہ اگر عورت نکاح سے قبل زنا کی مرتکب ہو چکی ہے تو اس طرح زکوٰۃ ادا کر کے گناہ سے پاک زکیہ بن جاتی ہے اور اگر باکرہ ہے تو زکوٰۃ نکالنے کے بعد ساری عمر پاک باز رہے گی۔ اور زنا بالجبر سے محفوظ ہو کر محصنہ بن جائے گی۔ زن بیوہ سے ہر شخص زکوٰۃ نکال سکتا ہے اس کے لیے حکم ہے کہ اگر کوئی ہم مذہب خواہش جماع کرے تو انکار نہ کرے یہی اس کی زکوٰۃ ہے۔ توجیہ میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون (آل عمران ۹۲) (خیر حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اپنی عزیز چیزوں میں سے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرو) عورت خصوصاً بیوہ عورت کے پاس مال ہوتا نہیں۔ جہاد پر جا نہیں سکتی۔ لہٰذا اپنی عزیز شرمگاہ اللہ واسطے

ضرورت مند کو استعمال کر لینے دے یہی اس کی زکوٰۃ ہے۔

زکوٰۃ و صدقات کی بڑی بڑی رقوم کے عوض ملاّئی جنّت کی زمین بھی فروخت کرتے ہیں۔

۱۲۔ حج بیت اللہ | حج کعبہ مہدی نے منسوخ کر دیا اور اپنی امت کی آسانی کے لئے کوہِ مراد کا حج مقرر کیا ہے۔ اب اس کو زیارت کہتے ہیں۔ مگر اس زیارت کی حیثیت اب بھی حج کی سی ہے۔ شروع سے اس زیارت کو ذکری حج ہی کہتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اب احتیاطاً زیارت کہنے لگے ہیں۔ ناخواندہ ذکریوں کی اکثریت اب بھی حج ہی کہتی ہے۔ حج بیت اللہ سے متعلق بہت سے شعائر اور متبرک مقامات کے متوازی ناموں کا تعین کوہِ مراد اور اس کے مضافات میں کر دیا گیا ہے۔

شہر تربت کے جنوب میں پسنی جانے والی سڑک کے کنارے قریب ڈھائی میل کے فاصلہ پہ ایک چھوٹی سی بے آب و گیاہ پہاڑی ہے جس کو اب قریب چار فٹ اونچی دیوار سے گھیر دیا گیا ہے یہ ہے ذکریوں کا حرم۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہاں مہدی نے حیات یا ۱۰ سال قیام کیا تھا۔ مہدی کے انوار و تجلیات کا مطلع ہے۔ خانہ کعبہ کا قائم مقام ہے یہ کوہ مراد ہے یعنی مرادیں بر لانے والا پہاڑ۔ یہی مقام محمود المعمور ہے۔ کوہِ مراد کے دامن میں ایک میدان ہے جس کو "گُل و ڈن" کہتے ہیں یہ عرفات ہے پہلے یہاں ۹ ذی الحجہ کو مجلسِ ذکر منعقد کر کے وقوفِ عرفہ منایا کرتے تھے اور ۱۰ ذی الحجہ کو کوہِ مراد پہ طواف ہوا کرتا تھا۔ مگر اب احتیاطاً ۲۷ رمضان المبارک کی زیارت کی تشہیر کی جاتی ہے۔ کوہِ مراد کے مغربی ڈھال پہ ایک چھوٹے سے گڑھے میں بارش کا پانی بھر جاتا ہے اس کے کنارے ایک کر کنیک (سیپی) رکھی رہتی ہے۔ زائرین سیپی بھر پانی پیتے ہیں یہ کوثر ہے۔ کوہ مراد کے شمال میں ایک جگر کا درخت ہے جو املی سے مشابہہ ہے اس پر پھل بھی لگتے ہیں جو کھائے جاتے ہیں یہ شجرِ طوبیٰ ہے۔ کوہ مراد کے مغرب میں ایک پہاڑی پہ ایک غار ہے کہتے ہیں یہاں مہدی نے چلّہ کیا تھا۔ یہ غارِ حرا کا قائم مقام ہے۔ ایامِ حج میں یہاں حلقۂ ذکر منعقد ہوتا ہے۔ تربت کے قریب ایک کاریز ہے اس کا نام "ہرّئی" ہے۔ اب خشک ہو چکی ہے اس میں ایک کنواں کھودا گیا ہے اس کو "شیریں دو کُرم" کہتے ہیں۔ یہاں مہدی نے معجزہ سے پانی نکالا تھا۔ یہ زمزم کا بدل ہے۔ کوہ مراد کے جنوب مغرب میں ایک اور گڑھا ہے جس میں بارش کا پانی بھر جاتا ہے۔ نیچے سے بلبلے اٹھ کر سطح آب پہ جھاگ سا بن جاتا ہے اس کو "گجّ ءِ آپ" (جھاگدار پانی) کہتے ہیں۔ اس کو متبرک سمجھ کر پیتے ہیں۔ ایک دشوار گذار چٹان پہ ایک خط بنایا ہوا ہے۔ جو اس خط کو عبور کر لے وہ قیامت میں پُل صراط عبور کر لے گا۔

عورتیں شلوار اتار کر صرف کُرتے میں ملبوس طواف کرتی ہیں۔ عقیدہ یہ ہے کہ حیض و نفاس ایسی پلیدی ہے جو دھونے سے بھی پاک نہیں ہوتی۔ لہٰذا عبادت کے وقت شلوار نہیں پہنی جا سکتی۔ حج کے ایک رکن میں عورتیں اور مرد چاروں ہاتھ پیروں پر کچھ دور چلتے ہیں اس سے ستر پوشی و عریانی کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

طواف کا طریقہ | کوہ مراد کے دامن میں قطار باندھ کر مطوّفوں کی سرکردگی میں طواف شروع ہوتا ہے۔ طواف کی نیت۔ "صدق بنداں، ارد گرد اں پیر لا" مرد اور عورتیں اجتماعی طور پر پہاڑی کے تین چکر لگاتے ہیں اور یہ دعا

پڑھتے جاتے ہیں :-

"بسم اللہ نور محمد مہدی ۔ بسم اللہ حق جہانی قطب ربانی ۔ السلام نور اولین و آخرین ۔ السلام اے محبوب سبحانی ۔ السلام کوہ مبارک حقانی آستانہ ۔ حکم آسمانی گرداں یا قطب ربانی از طفیل مہدی علیہ السلام ۔ ہادیِ آمتاں ۔ رحمانِ انس وجاں ۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین"

کوہ مراد کی چوٹی پر مغرب کی طرف ایک گڑھا سا ہے جس کو "مُہر" کہتے ہیں ۔ طواف کرنے والے وہاں جاکر اس کے چاروں طرف کھڑے ہوجاتے ہیں ۔ اور لا الہ الا اللہ کا بآواز بلند ذکر کرتے ہیں ۔ مجمع دو حصوں میں تقسیم ہوجاتا ہے اور باری باری آواز تہلیل بلند کرتے ہیں ۔ آخر میں قریباً پندرہ منٹ طویل سجدہ میں گر پڑتے ہیں ۔ بڑا ملائی جو امام حج ہوتا ہے اس کے سلام کی آواز پر سب اٹھ بیٹھتے ہیں ۔ امام سے دائیں طرف والا جواباً علیکم السلام کہہ کر اپنے سے دائیں طرف والے کو السلام علیکم کہتا ہے یہ سلسلہ حلقہ کے آخری آدمی تک پہنچ جاتا ہے ۔

'مُہر' کے مغربی کنارے پر ایک چٹان پر کلمہ مہدی لا الہ الا اللہ نور پاک نور محمد مہدی رسول اللہ" لکھا ہوا ہے ۔

دس ذی الحجہ کو طلوع آفتاب سے قبل کثرت سے دُنبے ذبح کرتے ہیں کہتے ہیں ہم منٰی اور منحر کا حق ادا کرتے ہیں ۔

۱۳ ۔ ملائی | ذکریوں کے مذہبی پیشوا کو ملائی کہتے ہیں ۔ اس وقت ان کا سب سے بڑا ملائی عبدالکریم ہے اس کو مہدی کا خلیفہ سمجھا جاتا ہے ۔ کُلانچ میں کلمگ ملائیوں کا مرکز ہے ہر قبیلے اور علاقے کے الگ الگ ملائی ہیں ۔

یہ لوگ تعویذ گنڈے ، جادو ٹونے اور دیگر افعالِ کہانت کے ماہر ہوتے ہیں ۔ انہوں نے مذہبی تخویف اور دیگر ہتھکنڈوں سے عام ذکریوں کو اپنا مطیع فرمان اور کورانہ تبع بنا رکھا ہے اپنے خصوصی اختیارات منوائے جاتے ہیں ۔ ذکری ان کی ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کرتے ہیں اور ان کو ہر حال میں راضی رکھتے ہیں ۔ ان کی ناراضگی کو مہدی کی ناراضی اور مہدی کی ناراضی کو اللہ کی ناراضی سمجھتے ہیں ۔ ذکریوں کا عقیدہ ہے کہ یہ مہدی کے جانشین اور داعی ہیں ۔ امت کی ہدایت و نگرانی کرتے ہیں ۔ ان کی اطاعت واجب ہے ۔

بہت سی غیر اخلاقی بلکہ فحش و قبیح باتوں کو مہدی سے منسوب کرکے ان پر عمل اپنے لئے جائز قرار دیتے ہیں ۔ عُشر ، خیرات اور نذرانے وصول کرکے اپنے ذاتی مصارف میں لاتے ہیں ۔ نذرانوں اور زکوٰۃ کے عوض جنت کی زمین فروخت کرتے ہیں ۔ عام بستیوں سے دور رہتے ہیں تاکہ ان کی بداخلاقی اور عیش کوشی کی نجی زندگی عوام کی نظر سے اوجھل رہے اور کسی سے مناظرے مباحثے کا بھی امکان پیدا نہ ہو ۔ ملائی کو حرام و حلال کے تعین کا اختیار ہے ۔

ملائی کے لئے زنا حلال ہے ۔ منکوحہ عورت سے شبِ زفاف میں زنا کرکے اس کو زکیہ و محصنہ بناتا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بڑا

ملّائی دورانِ حج کوہِ مراد، اختتامِ طواف پر طویل سجدہ کے دوران اپنی پسندیدہ عورت سے زنا کرتا ہے جس کو اس عورت پر نزولِ رحمت سمجھا جاتا ہے ان کی تفصیل اس سے قبل بیان کی جا چکی ہے۔

۱۴۔ ذکریوں کے دیگر توہمات وبے سروپا اور قبیح عقائد کوہِ مراد اور کوہ ملّا کے درمیان ایک کنواں ہے جب یہ پانی سے بھر جائے گا تو قیامت آجائے گی۔

کہور (جنڈ) کے درخت کو متبرک سمجھتے ہیں کیونکہ مہدی کی کتاب کہور کے درخت پر ہی نازل ہوئی تھی۔ اگر یہ درخت گھر کھیت یا باغ میں اُگ آئے تو باعثِ خیر و برکت سمجھتے ہیں اس کو کاٹنا یا شاخیں توڑنا گناہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس کی لکڑی جلاتے ہیں۔

محمد مہدی سے دورانِ سیرِ روحانی سب سے پہلے سید محمد جونپوری نے ملاقات کی۔ ایمان لائے اور ہدایات حاصل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے مہدی کو جنت کا مختار بنایا اور مہدی نے اپنے خلفاء کو۔ اب ملّائی جنت کی زمین فروخت کرتے ہیں۔ کم از کم ایک دنبہ کے عوض چارپائی برابر زمین فروخت کرتے ہیں۔

نامحرم عورت و مرد کے درمیان یاری جائز ہے اگر وہ محبت کے غلبہ سے سرشار ہو کر زنا کا ارتکاب کر بیٹھیں تو جنتی ہیں۔ عورت ستر مقبول کا درجہ پائے گی۔ مہدی خود ان کو جنت میں لے جائے گا۔

بیوہ عورت اگر صاحبِ مال نہیں ہے تو اپنی شرمگاہ سے زکوٰۃ ادا کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی ہم مذہب اس کی خواہش کرے تو انکار نہ کرے۔

ذکریوں کے قلمی صحیفوں میں تو اباحتِ عامہ کی تعلیم نظر آتی ہے ؎

حلال اند حورانِ سیمیں بدن چہ مادر چہ خواہر چہ دختر چہ زن

دس بکریاں۔ دو گائے اور ایک اونٹ سے زیادہ رکھنا حرام ہے۔

ایک مضحکہ خیز استدلال۔ اسلام میں ہر جگہ "بدل" پر عمل ہے۔ غسل اور وضو کا بدل تیمم۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا بدل بیٹھ کر پڑھنا۔ بیٹھ کر پڑھنا۔ بے قیام و رکوع و سجود صرف اشارہ سے پڑھنا۔ روزے کا بدل کھانا کھلانا، حج کے لئے اپنا بدل دوسرے کو بھیج دینا۔ ذکریوں کے اعمال بدل ہی تو ہیں پھر اسلام سے خارج کیونکر ہو سکتے ہیں۔

ذکری مہدوی سمجھوتہ سید محمد جونپوری کو مہدی ماننے والے مہدوی فرقہ کے کچھ لوگ سندھ میں پائے جاتے تھے پاکستان کے قیام کے بعد اس فرقہ کے اور بہت سے لوگ ہجرت کرکے دکن اور گجرات سے پاکستان آگئے۔ ان کو جب ذکری مذہب کے بارے میں معلوم ہوا کہ مہدی کا عقیدہ تو مشترک ہے مگر باقی باتیں بے دینی کی ہیں تو خیال ہوا کہ شاید یہ مہدوی فرقہ کے جاہل و گمراہ لوگ ہیں ان کی اصلاح ہونا چاہئے۔ مہدوی فرقہ کے رہنما جناب شہاب الدین ید اللّٰہی اس جذبہ کے ساتھ ذکری ملّائیوں کے مرکز کا گ پہنچے۔ اور محمد مہدی اٹکی کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہیں۔ وہ اس کے پورے اور مستند حالات نہ بتا سکے

توشہاب الدین یداللہی نے ان کو باور کرایا کہ جس کو وہ محمد مہدی اٹکی کہتے ہیں وہ دراصل سید محمد جونپوری ہیں جو کہ معروف تاریخی شخصیت ہیں۔ ان کی پوری سوانح حیات تفصیل سے بتائی اور ذکریوں کی تالیف قلبی کے لئے یہ بھی کہہ دیا کہ وہ اٹک میں کچھ عرصہ قیام کرکے ایران اور افغانستان کے شہر فراہ میں جاکر مقیم ہوئے تھے لہٰذا وہاں اٹکی مشہور ہوگئے ہوں گے۔ یہ بھی ممکن ہے وہ تربت بھی آتے ہوں جیسا ذکریوں کے نوشتوں میں لکھا ہوا ہے۔ ان کا ظہور ہندوستان ہی میں ہوا تھا۔ اٹک میں نہیں بلکہ جونپور میں ہوا تھا۔ فراہ سے گرم سیل قریب ہے۔ ابوسعید گرم سیل کا رہنے والا تھا۔ مہدی کی دعوت اُسے پہنچی۔ اس نے قبول کی اور بُلیدہ پہنچائی۔ بُلیدیوں سے کچکیوں کو دعوت پہنچی۔ کچکی سردار ملّا مراد نے کوہ مراد کو مذہبی مرکز قرار دیا۔

ذکری ملّائیوں کو اپنے مہدی کی پوری سوانح عمری معلوم نہ تھی اور جس قدر معلوم تھی اس کی کوئی تاریخی سند نہ تھی۔ ان کو یہ تاریخی سہارا غنیمت معلوم ہوا۔ ملّائی عیسیٰ نوری کو اور کراچی کے تعلیم یافتہ ذکریوں کو جو اپنے مذہب کے بارے میں تشکیک میں مبتلا تھے یہ معلومات معقول نظر آئی۔ مہدویوں کے خیالات کو اپنا لیا۔ اور خود کو ذکری مہدوی کہنے لگے۔

اب ذکریوں کو موقعہ ہاتھ آگیا اور وہ اس خبر کو اور اونچی لے اُڑے۔ ملّا درازئی نے ایک رسالہ لکھ مارا اور اس بنیاد پر خوب افسانہ طرازی فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں :۔

مکہ سے واپسی پر سید محمد جونپوری ایلپو، شام، لارستان اور فراہ ہوتے ہوتے کیچ تربت آئے اور کوہ مراد پر سات یا دس سال قیام کرکے روپوش ہوئے۔ ذکریوں کے ناقابلِ قبول عقائد کی صفائی میں فرماتے ہیں کہ ذکری علما قتل کردیئے گئے ان کے کتب خانے جلا دیئے گئے۔ عوام غیر تعلیم یافتہ اور پسماندہ ہیں۔ چند پشتوں کے بعد ذکری اپنے مذہب کی ابتدا اور تاریخ سے ناواقف رہ گئے۔ سنی سنائی منتشر اور غیر مستند روایات یاد رہ گئیں۔ ایسے حالات میں غلطیاں ہوجانا بہت ممکن ہیں۔ مخالف اور متعصب لوگوں نے ہمارا مذاق اڑانا اور بدنام شروع کردیا۔ مخالف علماء کے مقابلے میں ذکری احساس کمتری میں مبتلا ہوکر مناظرہ سے گریز کرنے لگے۔ بہرحال ذکر تواتر کے ساتھ اپنی اصل صورت میں باقی ہے۔ پس اگر آج کوئی کم علم ذکری کسی بعید از عقل عقیدہ کا اظہار کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری صحیح ذکری عقائد پر نہیں تھوپی جاسکتی۔

اس کتاب میں شہنشاہ ہمایوں، شہزادہ ہندال و کامران۔ غیاث الدین خلجی، شیخ مبارک اور ان کے بیٹے ابو الفضل اور فیضی اور بہت سے لوگوں کو ذکری مہدوی بتایا ہے۔ اکبر کے دینِ الٰہی کو بھی اسی مذہب کی ایک شاخ قرار دیا ہے۔ ذکریوں کی موجودہ تعداد سات لاکھ بتائی ہے۔

درازئی نے سید محمد جونپوری کے مستند واقعات اور ذکری روایات میں اہم تاریخی اور واقعاتی اختلافات کو تسلیم کرتے ہوئے صرف چند اقدار مشترکہ پر یہی فیصلہ کردیا ہے۔ کہ ذکری مذہب کی بنا مہدویت پر رہی ہے۔ ابتدا وہ تھی اور موجودہ شکل یہ ہے ورنہ ہیں دونوں ایک ہی۔ مگر اہم عقائدی اختلافات کو بالکل نظر انداز کردیا ہے جن سے ذکری اکثریت دست بردار ہونے کو ہرگز تیار نہیں۔ دونوں کے عقیدہ کی بنیاد ہندوستان میں ظہور مہدی پر ہے۔ اٹک نہ سہی جونپور سہی

دونوں ہندوستان میں تھے۔ مہدی سے ابوسعید کی ملاقات پر دونوں متفق ہیں۔ تاشقند میں نہ سہی گرم سیل، فراہ یا تربت میں سہی۔ رہا تاریخوں کا اختلاف تو اس کو مزید تحقیق کر کے دور کرنا باقی ہے۔

ذکری اور مہدوی روایات و عقائد کے چار اہم بنیادی اختلافات درج ذیل ہیں۔ تفصیل میں جائیے تو قدم قدم پر اختلافات ہیں۔

	ذکری	مہدوی
۱۔	ظہور مہدی ۹۷۷ ہجری اٹک میں؛ ۱۰۲۹ھ میں کوہ مراد سے روپوش ہوا۔	ولادت ۸۴۷ھ جونپور؛ دعوائے مہدویت ۹۵۰ھ گجرات۔ وفات ۹۱۰ھ فراہ
۲۔	مہدی نبی آخر الزماں ہے	خلیفۃ الرسول ہے۔
۳۔	مہدی کوہ مراد سے آسمان پر چلا گیا۔	فراہ میں انتقال کر گیا
۴۔	ارکانِ اسلام کے منکر ہیں	شدت سے پابند ہیں

تبصرہ

اگر سید محمد مہدی جونپوری اور محمد مہدی اٹکی ایک ہی شخص ہونا فرض کر لیا جائے اور فراہ میں ۹۱۰ھ میں اس کی وفات کو نظر انداز کر کے اس کا سفر کیچ و تربت میں جاری رکھا جائے تو یہ صورت بنتی ہے کہ ۹۰۵ھ میں بڑلی (گجرات) میں مہدویت کے اعلان کے ۷۲ سال بعد پھر اٹک میں ۹۷۷ھ میں اسی شخص کا بعمر ۱۳۰ سال ظہور مخفی ہونا باہم متناقض ہے۔ اٹک میں ظہور بعمر ۱۳۰ سال اور کوہ مراد سے ۱۸۲ سال کی عمر میں روپوش ہونا عقلِ سلیم تسلیم نہیں کرتی۔ اور صریحاً تاریخ کو جھٹلانا ہے۔ ۹۱۰ھ میں تاریخ وفات تاریخ و تذکروں سے ثابت ہے لفظ "شیخ" مادۂ تاریخ وفات ہے۔

اگر فراہ پہنچنے سے قبل کیچ سے گزرنا اور کوہ مراد پر دس سال قیام کرنا فرض کر لیا جائے۔ جیسا کہ بعض ذکریوں کا خیال ہے تو کوہ مراد پر قیام اور وہاں سے غائب ہونے کا عقیدہ غلط ہو جاتا ہے۔ لہٰذا محمد مہدی اٹکی سید محمد جونپوری نہیں ہو سکتا۔ بعض ذکری نوشتوں میں تو لکھا ہے کہ محمد مہدی اٹکی کو پہچان کر سب سے پہلے سید محمد جونپوری ایمان لایا پھر وہ مہدی کیسے ہو سکتا ہے۔ مہدی کا مرید ہوا۔ بلوچستان کا عام ذکری سید محمد جونپوری کے نام سے بھی واقف نہیں ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ کڑی بعد کو ملائی گئی ہے۔

مہدوی رہنما شہاب الدین بداللّٰہی کی توضیحات سے اثر قبول کر کے ذکری رہنما سید عیسیٰ نوری نے ۱۳۵۴ھ میں ذکری عقائد میں ترمیم کی اور اس کو قبول کرنے والے اپنے آپ کو ذکری مہدوی کہنے لگے۔ ذکریوں میں یہ ایک مختصر گروہ ہے جن کی اکثریت کراچی میں ہے۔ یہ عملاً ذکری ہی ہیں۔ عبادات۔ رسومات اور دیگر اعمال کے اعتبار سے ان کا مہدویوں سے کوئی تعلق نہیں۔ شدید بنیادی اختلافات کے باعث یہ سمجھوتہ کامیاب ثابت نہ ہوا۔ مہدی کے صفات اور ارکانِ اسلام پر کسی صورت

اتفاق نہ ہو سکا۔

ذکری تاریخ کی روشنی میں ہیوگیز بلر (R. HUGHES BULLER) اپنی ۱۹۰۶ء کی تالیف مکران گزیٹر جلد ہفتم میں لکھتا ہے:-

بلوچستان میں بلیدیوں کی آمد سے قبل تاریخ کی کتابوں میں ذکری مذہب کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ مکران میں ذکری عقائد کا نفوذ اور بلیدیوں کا ورود یقیناً ہمعصر ہیں۔ یا تو یہ مذہب بلیدیوں کی آمد کے زمانہ میں کسی دوسرے ذریعہ سے مکران میں داخل ہوا۔ اور بلیدیوں نے یہاں آکر اس کو قبول کیا یا وہ خود ہی ساتھ لے کر آئے۔ اور اپنے اقتدار کے بعد اس کو فروغ دیا۔

وہ غالباً پندرھویں صدی میں گرم سیل سے آکر وادی بلیدہ میں آباد ہوئے تھے۔ اسی زمانہ میں مکران میں ذکری مذہب کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔ بوسعید بلیدی خاندان کا بانی ہے۔ بلیدیوں سے قبل مکران پر سیستان کے صفاری ملکوں کی حکومت تھی۔ بوسعید نے میر عیسیٰ گچکی کی مدد سے ملک مرزا صفاری کو ۱۰۲۳ھ (۱۶۱۳ء) میں قتل کر کے مکران میں بلیدی حکومت قائم کی۔ کیچ اپنے پاس رکھا۔ اور پنجگور گچکیوں کو دے دیا۔

گچکی ہندو راجپوت خاندان سے ہیں جو وادی گچک میں آباد ہو گیا تھا۔ تین پشتوں کے بعد یہ مسلمان ہو گئے مگر ذکریوں کے عروج پر ذکری مذہب قبول کر لیا۔

بلیدیوں کے زمانہ میں اس مذہب کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ اور سارے مکران میں پھیل گیا۔ ادھر گچکی سردار ملا مراد نے اٹھارہویں صدی کے اوائل میں ذکری مذہب کی توسیع میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ مذہب کی تنظیم کی۔ کوہ مراد کو مرکز بنایا۔ املاک کو مشترک قرار دیا مسلمانوں کی نقل میں اپنے مذہب کے لئے بہت سی بدعات و مخترعات وضع کیں۔ آٹھویں بلیدی حکمران شہ قاسم کے چچا شہ بلار نے ذکری مذہب ترک کر دیا اور مسلمان ہو گیا۔ گوادر سے ذکریوں کے خلاف خروج کیا۔ ملا مراد گچکی کے لڑکے ملک دینار نے شہ بلار کو ۱۷۴۰ء میں قتل کر دیا اور شہ قاسم کو گوادر میں نظر بند کر دیا۔ کیچ پر قبضہ کر لیا اور بلیدیوں کو مکران سے نکال دیا۔ اس طرح بلیدیوں کا اقتدار ختم ہو گیا اور پورے مکران پر گچکیوں کی حکومت ہو گئی۔

ملک دینار ذکری مذہب کا زبردست مبلغ تھا۔ گچکی بلیدیوں سے زیادہ متعصب تھے۔ مسلمانوں کو گردن زدنی سمجھتے تھے بہت سے مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ بہت سے ہجرت کر گئے۔ تقریباً سو سال تک ذکری مسلمانوں کے لئے خطرہ بنے رہے۔ ان کے مظالم سے مسلمانوں میں ان کے خلاف شدید نفرت اور غم و غصہ پیدا ہو گیا۔ خان قلات میر نصیر خان اول نے ذکریوں پر نو مرتبہ لشکر کشی کی۔ آخر ملک دینار قتل ہوا۔ اس کا لڑکا شہ عمر مسلمان ہو گیا جس کو کچھ عرصہ بعد ذکریوں نے قتل کر دیا۔ اس طرح گچکی اقتدار کی کمر ٹوٹ گئی اور ذکریوں میں بھی دم خم نہ رہا۔

شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری (ولادت ۱۱۰۰ھ وفات ۱۱۹۵ھ) کو ذکریوں کے مظالم اور مسلمانوں کی مصیبت کا بہت احساس تھا۔ آپ کے مکتوبات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۱۶۲ھ ۱۷۴۸ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے وہاں ذکریوں پر اسلام

کے غلبہ کی دعا مانگی۔ آپ کو بشارت ہوئی کہ عبداللہ خاں قلاتی کی اولاد کے ہاتھوں یہ مہم سر ہوگی۔ عبداللہ خاںؒ کے لڑکے خان نصیر خاں نوری قلات کے حکمران ہوئے۔ وہ مسلمانوں کا درد رکھتے تھے۔ ذکریوں کو مرتد سمجھتے تھے۔ مردِ مجاہد تھے۔ انہوں نے تربت پہنچ کر ملک دینار کو دعوتِ اسلام دی۔ اس کے انکار پر لشکر کشی کی۔ منکرین کو تہ تیغ کیا گیا۔ جنہوں نے اسلام قبول کیا سلامت رہے ان کے مرکز کوہ مراد کو برباد کیا۔ ملک دینار قتل ہوا (۱۱۸۸ھ ۱۷۷۴ء)

میر احمد یار خان، سابق خان قلات و گورنر بلوچستان اپنی کتاب "تاریخ خوانین بلوچ" میں لکھتے ہیں:۔

"میر نصیر خاں نوری خواب میں حضور اکرم صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اشارہ پاکر دین اسلام کی تبلیغ اور بلوچستان کے ذکری فرقہ کی بیخ کنی کے اقدامات کئے اور قدم قدم پہ کامرانی و سرخروئی نے ان کا ساتھ دیا۔ ان اقدامات اور کارناموں سے متاثر ہوکر خلافتِ ترکیہ نے ان کو "غازیِ دین" اور "ناصرِ ملتِ محمدیہ" جیسے مہتم بالشان خطابات عطا کئے۔

واقعہ جلیگور قاضی عبداللہ صاحب سربازی کی مساعی سے سرباز کے ذکری ملائی عبدالعزیز اور بہت سے ذکری مسلمان ہوگئے۔ انہوں نے ایک مسجد بنائی۔ ذکری ملائی شئے گلابی نے ذکریوں کو مسجد شہید کردینے پر آمادہ کیا اور حضور اکرم صلعم کی شان میں گستاخانہ الفاظ ادا کئے۔ قاضی صاحب نے سرباز کی جامع مسجد میں شعائرِ اسلام کے احترام میں اور ان کے تحفظ پر پُرجوش تقریر کی اور جہاد کا فتویٰ دیا۔ اسی وقت سو سرفروش مجاہد تیار ہوگئے۔ ۶ ربیع الاوّل ۱۳۵۵ھ ۔ ۱۹۳۶ء کو قاضی عبداللہ صاحب چند مقامی سرداروں کی معیت میں ان سو مجاہدین کو لے کر نکلے۔ موضع جلیگور میں ذکریوں سے مقابلہ ہوا۔ شئے گلابی اور اس کے سات ساتھی مارے گئے باقی فرار ہوگئے۔ قاضی عبداللہ صاحب کی تبلیغی مساعی سے ایرانی بلوچستان میں ایک ذکری بھی باقی نہیں رہا۔ بیشتر مسلمان ہوگئے اور باقی ترکِ سکونت کر گئے۔

میر احمد یار خان نے قلات کی گدی سنبھالنے کے بعد علماء و مبلّغین ذکری علاقوں میں بھیجے۔ وہ ذکری عوام کو دعوتِ اسلام دیتے تھے اور ان کے ملائیوں کو اپنا عقیدہ صحیح ثابت کرنے کے لئے دعوتِ مناظرہ دیتے تھے۔ ذکری اپنے ملائیوں سے مناظرہ کرنے کو کہتے تھے۔ اور وہ جان چھپاتے پھرتے تھے۔ اور اپنے تبعین کو ہجرت کی تلقین کرتے تھے۔ بہت سے ذکری اپنے ملائیوں سے مایوس اور بدظن ہوکر مسلمان ہوگئے۔ اور بہت سے ترکِ وطن کرکے کراچی، لسبیلہ اور مکران کے ساحلی علاقوں میں چلے گئے۔ ان مبلغین میں قاضی عبدالصمد سربازی۔ مولوی عبدالرب اور مولانا محمد موسیٰ گوادری سرِ فہرست ہیں۔

ذکری مذہب کے بارے میں محققین، مورخین علمائے دین اور عامۃ المسلمین کی آراء بلوچستان کے مسلمان ہر دور میں ذکریوں کو غیر مسلم سمجھتے رہے ہیں اور اب بھی غیر مسلم سمجھتے ہیں۔ نہ ان کا ذبیحہ کھاتے ہیں اور نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرتے ہیں۔

خوانین قلات کے قاضیوں نے اور بلوچستان کے دیگر علماء نے ہمیشہ ذکریوں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ ذکری اور مسلم کے مابین نکاح اور ان کا ذبیحہ ناجائز قرار دیا ہے۔ قاضی کے فتوے پر ہی خانِ قلات نصیر خاں اول نے ذکریوں کو مرتد

قرار دیا۔ ۱۱۸۸ھ ۔ ۱۷۷۴ء میں ان کے خلاف جہاد کیا۔ منکرین اسلام مردوں کو قتل کیا۔ عورتوں اور بچوں کو قید کیا اور املاک ضبط کی۔ اس وقت بھی بلوچستان کے تمام سرکاری قاضی ان کو غیر مسلم قرار دیتے ہیں۔ ڈسٹرکٹ جج قلات نے بھی ان کے فیصلوں کو برقرار رکھا ہے۔

شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری (ولادت ۱۱۰۰ھ وفات ۱۱۹۵ھ) نے اپنے مکتوبات میں ذکریوں کو خارجیوں کے فرقہ خلفیہ، متبعین خلف بن عمر خارجی اور خارج از اسلام لکھا ہے۔

انگریز محقق ہیوگز بلر (R. HUGHES BULLER) نے ۱۹۰۶ء میں اپنی تالیف مکران گزیٹیر میں لکھا ہے۔ کہ ذکری عقیدہ مہدوی عقائد کے باقیات میں سے معلوم ہوتا ہے۔ جس نے ہندوستان میں پندرھویں صدی کے اواخر میں ایک متعین شکل اختیار کر لی تھی۔ اگرچہ ذکری خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ مگر ان کے عقائد میں توہمات اور بت پرستانہ رسومات بھری پڑی ہیں۔ صرف قرآن کا پڑھنا مشترک ہے۔ ورنہ اعمال کے اعتبار سے ذکریوں اور سنی مسلمانوں میں بنیادی اختلافات ہیں۔ اسلام کے اساسی عقائد سے ان کو کلی تضاد ہے۔

بلوچستان کا ہندو مورخ اپنی کتاب "تاریخ بلوچستان" مولفہ ۱۹۰۷ء میں لکھتا ہے:۔

"کیچ کے علاقہ میں ایک قوم معروف بنام ذگری یا ذکری چلی آتی ہے۔ جو میر مراد کو اپنا مرشد سمجھتی ہے۔ میر مراد کی قبر پر جو ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ بنام کوہ مراد مشہور ہے۔ اور قریب تربت کے واقع ہے۔ زیارت کو جایا کرتے ہیں ان لوگوں کا مذہب نہ ہندو ہے نہ مسلمان، کسی سے نہیں ملتا۔ یہ میر مراد خاندان گچکی کے سرداروں میں ہوا ہے۔ شاید سب سے پہلا میر مراد تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندو راجپوت سرداران کی نسل سے تھا۔ اس کا مذہب نہ ہندو نہ مسلمان بلکہ ان سے مختلف تھا جس کی نسبت معلوم نہیں کہ کس طرح پیدا ہوا"

ڈپٹی کمشنر لسبیلہ نے اپریل ۱۹۷۶ء میں ضلع کے تمام تحصیلی رجسٹریشن افسران کو ہدایت جاری کی کہ شناختی کارڈوں پر ذکریوں کو غیر مسلم لکھا جائے۔

کراچی کے تمام مدارس عربیہ کے مفتیوں نے ذکریوں کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا ہے۔

آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲۶۰ اور شق ۳ کی رو سے ذکری غیر مسلم قرار پاتے ہیں۔

لطف یہ ہے کہ ذکری خود کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ محمد مہدی نے اسلامی شریعت کو منسوخ کر دیا۔ اب قیامت تک مہدی کی شریعت جاری رہے گی۔ مسلمانوں سے یہ بھی کہتے ہیں کہ "لکم دینکم و لی دین"

مندرجہ بالا آراء سے صاف ظاہر ہے کہ ذکریوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں وہ قطعی خارج از اسلام ہیں۔

حکومت سے مطالبہ | ذکری مذہب کی ابتداء ظہور مہدی کے عقیدے پر قائم ہونے والے مذاہب اور دوسرے مشابہ مذاہب کا مقابلہ، اس مذہب پر میری زیر تالیف بڑی کتاب میں تفصیل سے زیر بحث آتے ہیں۔ اس تلخیص میں بخوف طوالت نظر انداز

کیا جا رہا ہے کیونکہ اس مضمون کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ ذکری مسلمان نہیں ہیں - ان کو آنے والے الیکشن سے قبل قادیانیوں کی طرح غیر مسلم اقلیت دے دینا چاہئے۔

ذکری خود تو اپنے آپ کو ذکری کہتے اور لکھتے ہیں - ناخواندہ لوگ لفظ کو بگاڑ کر ' ذگری ' کہتے ہیں۔ لیکن جب کوئی دوسرا ان کو ذکری کہے تو ناراض ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ہم بلوچ ہیں مسلمان ہیں۔ شناختی کارڈ - پاسپورٹ اور ویزا فارم پر نیز دیگر سرکاری فارموں پر اور دستاویزات پر جہاں مذہب کا اندراج ضروری ہوتا ہے یہ خود کو مسلمان ہی لکھتے ہیں - بہت سے ذکری ملا ئی کسی فرضی مسجد کے امام یا مدرسہ کے مدرس بن کر سعودی عرب میں بھی داخل ہو چکے ہیں۔ ممکن ہے حرمین میں بھی داخل ہو چکے ہوں۔ سرکاری ریکارڈ اور مردم شماری کے جداول میں، ذکریوں کو مسلم ہی درج کیا جاتا ہے جب کہ کوئی مسلمان ان کو مسلمان تسلیم نہیں کرتا۔

کراچی میں" آل پاکستان ذکری مسلم انجمن" کے نام سے ذکریوں کی ایک رجسٹرڈ انجمن ہے جس کا دفتر لیاری کوارٹرز میں مسان روڈ پر ہے۔

ذکریوں کا خود کو مسلمان کہنا اور لکھنا اور سرکاری کاغذات میں مسلم درج کروانا خود فریبی ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں اور حکومت کو بھی دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ لہٰذا مفصلہ بالا حقائق کی روشنی میں حکومت پاکستان سے پر زور مطالبہ کیا جاتا ہے کہ :-

۱- ذکریوں کو جلد از جلد بہر صورت آنے والے انتخابات سے قبل، دستور و آئین پاکستان کی دفعہ ۲۶۰ اور شق ۳ کے تحت غیر مسلم قرار دیا جائے۔

۲- ذکریوں کی ووٹرز لسٹ علیحدہ تیار کی جائے اور انتخابات جداگانہ کرائے جائیں۔

۳- ذکریوں کو پابند کیا جائے کہ وہ خود کو مسلم نہ کہیں اور نہ لکھیں۔

۴- شناختی کارڈ - پاسپورٹ، ویزا اور دیگر سرکاری و غیر سرکاری کاغذات و دستاویزات پر ذکریوں کو غیر مسلم لکھا جائے ——— اور

۵- ذکریوں کی رجسٹرڈ انجمن کے نام سے "مسلم" کا لفظ خارج کر دیا جائے۔

خوشخبری

دعوات حق کی دوسری جلد

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے خطبات و مواعظ اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ علم و حکمت کا گنجینہ جسکی پہلی جلد کو ہر طبقے میں سراہا گیا۔ اور اہل علم و خطباء اور تعلیم یافتہ طبقہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور جس کا کوئی ایک نسخہ بھی اس وقت دستیاب نہیں ــــ الحمدللہ کہ انتظار شدید کے بعد اسکی دوسری جلد کتابت و طباعت کے مراحل سے گذر کر شائع ہوگئی ہے۔ تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل اس دوسری جلد میں بھی دین و شریعت۔ اخلاق و معاشرت۔ علم و عمل۔ نبوت و رسالت۔ شریعت و طریقت کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر حضرت مدظلہ نے عام فہم اور درد و سوز میں ڈوبے ہوئے انداز میں گفتگو نہ کی ہو۔ آج ہی کتاب طلب کیجئے ورنہ جلد اول کی طرح اسکی نایابی پہ بھی افسوس کرنا پڑے گا۔ صفحات ۵۲۰۔ قیمت چالیس روپے۔ طباعت آفسٹ۔ جلد دیدہ زیب۔

مؤتمر المصنفین ـ دارالعلوم حقانیہ ـ اکوڑہ خٹک۔ (پشاور)

ٹینڈر نوٹس

میٹ اینڈ ملٹس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پیرسباق نوشہرہ میں مندرجہ ذیل کام کیلئے ٹینڈر مطلوب ہیں۔ ٹینڈر وصول ہونے کی آخری تاریخ ۳۰ جنوری ۱۹۸۰ء ہوگی۔ ورک آرڈر ملنے کے بعد ۳ مہینے کے اندر اندر ختم کرنا ہوگا۔ کوئی پیشگی ادائیگی نہیں کی جائے گی۔ افسر مجاز جملہ پیشکش بلا اظہار وجوہ مسترد کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔ ٹینڈر منظور ہونے کی صورت میں ۱۰ فیصدی رقم بطور ضمانت جمع کرانا ہوگی۔

کام کی نوعیت	تخمینہ لاگت	میعاد کام
۱۔ پختہ سیمنٹ کی نالی بنانا ۲۔ کلورٹ بنانا ۳۔ پختہ ناکے بنانا	ایک لاکھ دس ہزار روپیہ	تین مہینے

کام کی تفصیل ڈائرکٹر میٹ اینڈ ملٹس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پیرسباق نوشہرہ کے دفتر سے اوقات کار میں دیکھی جاسکتی ہے۔

لعل محمد خان
ڈائرکٹر میٹ اینڈ ملٹس
ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، پیرسباق
نوشہرہ

INF (P) 130

تعارف وتبصرہ کتب

البلاغ کا مفتی اعظم نمبر مرتب ومدیر مولانا محمد تقی عثمانی، صفحات ۱۳۷۴، قیمت مجلد ساٹھ روپے
پتہ: البلاغ دار العلوم کراچی ۱۴

فقیہ الملت حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان بانی دار العلوم کراچی المتوفی ۱۱ شوال ۱۳۹۶ھ کی ذات مستودہ صفات علم وعمل فقاہت وثقاہت ملی اور سماجی خدمات تعلیمی اور دینی کارناموں بغرض ہر لحاظ سے عالم اسلام کی ایک قابل فخر شخصیت تھی ان کی سیرت وسوانح کے ہمہ گیر پہلو جس توجہ، اہتمام اور تحقیق ومحنت کے مستحق تھے۔ ایک گونہ اس کا حق البلاغ کے اولو العزم اور باہمت مولانا محمد تقی عثمانی نے اس عظیم اور ضخیم خصوصی شمارہ کے شکل میں ادا کر کے اس طرح دیوبند کے تاریخی لٹریچر میں ایک مہتم بالشان اضافہ کر دیا ہے۔ اس تاریخی دستاویز میں جو غالباً اکابر دیوبند پر شائع ہونے والے کسی مجلہ کا پہلا ضخیم ترین نمبر ہے) حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی سیرت وسوانح، مزاج ومسلک، خدمات اور کارناموں، اصلاح وارشاد، افادات ومکاتیب کے بارہ میں اکابر عصر اور معاصر ارباب علم وفضل کے نقوش وتاثرات کا اتنا مفید اور مواد جمع ہو گیا ہے کہ اسے حضرت مفتی صاحب مرحوم کے بارہ میں انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے فاضل، باہمت اور باتوفیق فرزندوں کے اس کارنامے کو علمی دنیا میں سراہا جائے گا۔ اور اس سے استفادہ کیا جائے گا۔ علمی، فکری، دینی اور تعلیمی حلقوں سے پرزور سفارش ہے کہ اس خصوصی شمارہ کو اپنے اداروں اور لائبریریوں کی زینت بنائیں۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار صفحات کا یہ شمارہ کتابت وطباعت کاغذ اور جلد الغرض ایڈیٹنگ کے تمام تقاضوں پر نہایت معیاری اور پورا ہے۔ حق تعالیٰ فاضل مدیر محب قوم مولانا محمد تقی صاحب کو آئے دن ایسے علمی ودینی اور تصنیفی کارناموں کی توفیق سے نوازتا رہے۔

تاریخ تفسیر ومفسرین تالیف مولانا غلام احمد حریری، صفحات ۶۴۲، قیمت مجلد ۷۵ روپے
ناشر ملک سنز پبلشرز۔ کارخانہ بازار فیصل آباد

"تاریخ تفسیر ومفسرین" میں جناب فاضل مؤلف نے تاریخ تفسیر، اختصاص تفسیر، اہم کتب تفسیر اور مفسرین کرام، تفسیر سے متعلق جملہ اہم مباحث پر نہایت تحقیق واستیعاب سے روشنی ڈالی ہے۔ اردو زبان میں موضوع سے متعلق پہلی جامع کتاب جس سے علم تفسیر کے بارے میں مفسرین کرام کے جہود ومساعی کا ایسا تفصیلی جائزہ سامنے آسکے۔ فاضل مؤلف نے مصری عالم جناب علامہ محمد حسین الذہبی کی کتاب "التفسیر والمفسرون" کو اپنی کتاب کا ماخذ ومصادر بنا کر علوم القرآن سے متعلق دیگر اہم کتب کو سامنے رکھ کر اردو دان حضرات کے سامنے ایک نہایت اہم اور سیر حاصل مواد مرتب شکل میں پیش کر دیا ہے جس پر فاضل مؤلف اور ناشر کتاب علمی دنیا کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

حفاظت وحجیّت حدیث | از مولانا محمد فہیم عثمانی ۔ صفحات ۵۹۲ قیمت چالیس روپے
ناشر ۔ دار الکتب مسجد مقدس، دھوبی منڈی ۔ پرانی انار کلی لاہور

احادیث کی تدوین وحفاظت اور اس کی تشریعی حیثیت کے خلاف منکرین حدیث نے جو بھی شبہات اٹھائے ہیں فتنہ انکار حدیث کے استیصال وتعاقب میں فاضل مؤلف نے تمام شکوک وشبہات کا اطمینان بخش جواب معقول انداز اور مؤثر پیرایہ میں دے کر ایک اہم دینی ضرورت کو پورا اور فریضہ کو انجام دیا ہے ۔ جس پر وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے شکریہ اور تحسین کے مستحق ہیں ۔ مدارس عربیہ اور عصری تعلیم گاہوں کے طلبہ کو اس کتاب کے مطالعہ سے بے حد فائدہ پہنچے گا ۔ کتاب کا پہلا حصہ حدیث کی حفاظت وکتابت اور عہد بہ عہد اس کے لئے مساعی اور حصہ دوم حجیت حدیث پر مشتمل ہے ۔ مخالفین کے بے بنیاد اعتراضات کا تجزیہ بھی خاص طور سے پڑھنے کا ہے ۔

بقیہ : اسلامی قانون سازی

۱۳۳ - ۱۵۰ - ۱۵۸ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۴۰۲ - ۴۰۹ - ۴۵۳ -

۲۴ - امام ابن تیمیہ السیاسۃ الشرعیۃ ص ۴ ومابعد ۔ ۲۵ - پروفیسر منیر القاضی شرح المجلۃ ص ۸۰
۲۶ - امام عزالدین بن عبدالسلام قواعد الاحکام فی مصالح الانام ص ۱۲ ۲۷ - پروفیسر علی حیدر درر الحکام ص ۴۰
۲۸ - حافظ ابو الفرج عبدالرحمٰن بن رجب الحنبلی القواعد ص ۳۲۰ ۔ ۲۹ - امام ابن عبدالسلام عزالدین قواعد الاحکام ص ۱۲۵ ۔ ۳۰ - ایضاً ص ۱۲۷ ۔ ۳۱ - پروفیسر علی حیدر درر الحکام ص ۴۵ ۔ ۳۲ - پروفیسر منیر القاضی شرح المجلہ ، ص ۱۵۱ ۔

بقیہ : شاہ فیصل شہیدؒ

مسائل اور دشواریوں کا مقابلہ کرسکیں جو بطور اسلامی قوم خدا تعالیٰ اس کے پیغمبر اور ان کے قوانین کی راہ میں حائل ہیں ۔“

دین اور اسلامی قوانین سے متعلق فرمایا :

”ہمارے دین اور اس کے قوانین میں وہ سب کچھ موجود ہے جو ہمیں ان کم تر نظریات کو درآمد کرنے سے بے نیاز کرسکتا ہے جسے اس نے اپنے پیغمبر پہ نازل کیا اور وہ اپنے تخلیق کے مقاصد اور مفادات کو بہتر طور پہ جانتا ہے ۔ مجھے مخلصانہ توقع ہے کہ آپ منشائے الٰہی اور اپنے مذہب کی پیروی کریں گے جو سچائی ، قوت ، علم ، ترقی اور امن کا مذہب ہے ۔“

دارالعلوم حقانیہ کے شب و روز

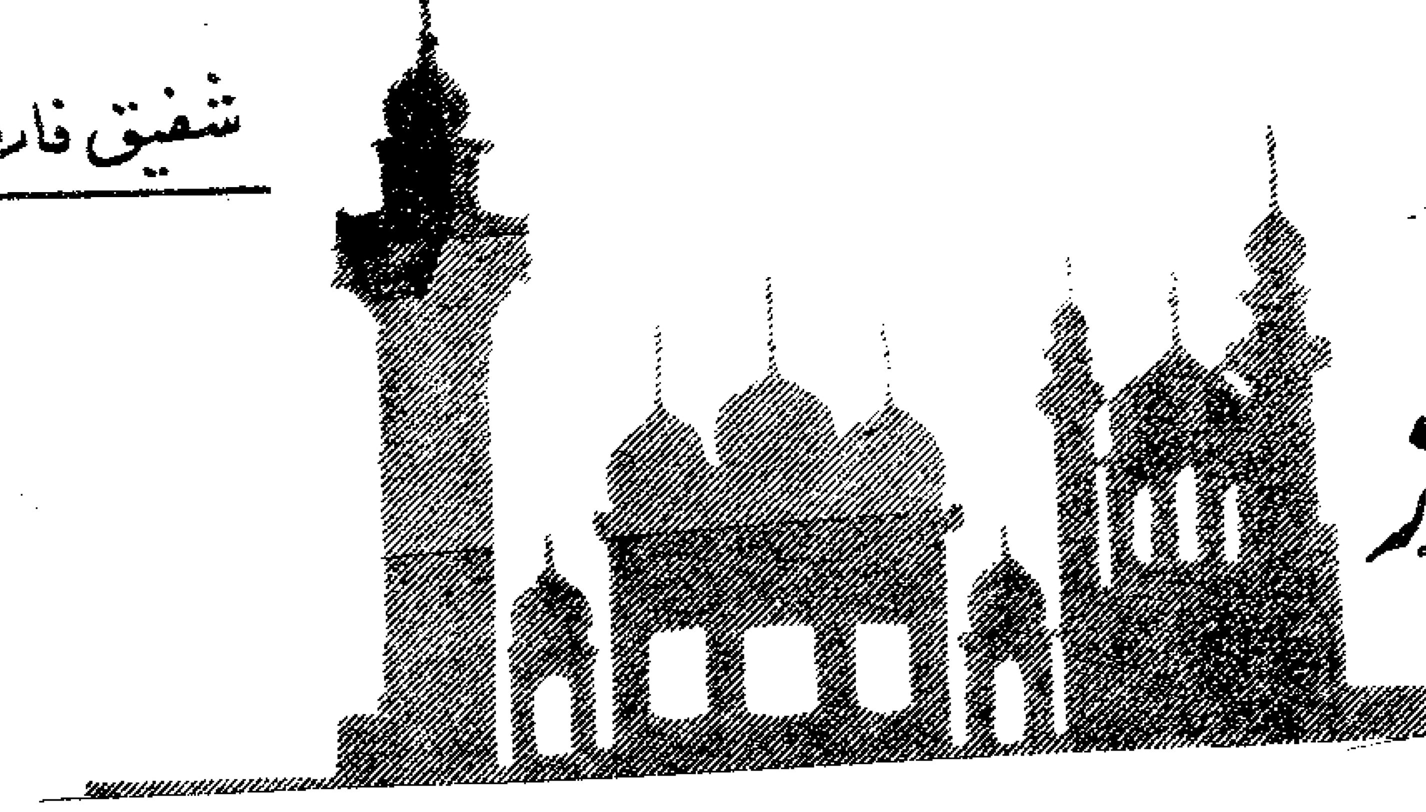

شفیق فاروقی

مولانا محمد اسعد مدنی کی آمد جمعیۃ العلماء ہند کے صدر اور حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہ کے جانشین حضرت مولانا محمد اسعد مدنی مدظلہٗ نے حسب سابق اس بار بھی پاکستان آمد کے موقع پر دارالعلوم حقانیہ کو اپنی آمد سے نوازا اور اپنے استاذ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی عیادت و زیارت کے لئے دارالعلوم تشریف لائے ۳۱ رجنوری کی عصر سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ اور تمام اساتذہ و طلبہ اپنے مخدوم زادہ عالم مولانا اسعد مدنی کے لئے چشم براہ تھے۔ دن کو آپ نے بقیۃ السلف اسیر مالٹا مولانا عزیر گل صاحب مدظلہٗ سے ملاقات فرمائی بعد از مغرب دفتر الحق میں چائے کی دعوت میں شرکت کی۔ نماز عشاء کے بعد مسجد دارالعلوم میں جمعیۃ الطلباء اسلام کی طرف سے سپاس عقیدت پر مشتمل سپاسنامہ پیش کیا گیا اور طلباء کی خواہش پر حضرت مولانا مدظلہٗ نے حاضرین سے بھرے ہوئے وسیع ہال میں مختصر مگر جامع خطاب فرمایا جس میں خاص طور پر افغانستان کے مسئلہ پر اظہار خیال کیا گیا اور عالم اسلام کو عالمی طاقتوں کی دست اندازی سے بچانے کے لئے اتحاد پر زور دیا گیا۔ رات گئے آپ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ سے رخصت لیکر مولانا سمیع الحق صاحب مدیر الحق کی معیت میں راولپنڈی تشریف لے گئے اور دوسرے دن چکوال اور گوجرانوالہ ہوتے ہوئے لاہور پہنچے مولانا مدظلہٗ سے علمی، روحانی نسبتوں کی بناء پر ان کی آمد دارالعلوم کے لئے عید سے کم نہ تھی۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ دارالحدیث میں تمام متعلقین کے لئے یہ خبر عظیم الشان خوشیوں کی باعث ہوگی کہ علالت اور ضعف بصارت کی وجہ سے تقریباً ڈیڑھ سال سلسلہ درس حدیث منقطع ہوجانے کے بعد طویل وقفے سے ۲۶ رجنوری کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ فضل خداوندی سے دارالحدیث میں پھر تشریف فرما ہوتے اور ترمذی شریف کے درس کا آغاز فرمایا جس سے شرکاء دورۂ حدیث اور تمام علمی حلقوں میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ موقع کو غنیمت سمجھ کر موقوف علیہ دورۂ حدیث اور فنون کے عالی درجات کے طلبہ بھی از راہ شوق ترمذی شریف کے اس گھنٹہ میں شرکت کر رہے ہیں کہ حضرت سے استفادہ و تلمذ کا شرف حاصل ہوسکے۔ اس گھنٹہ میں دارالحدیث تقریباً بھر جاتا ہے۔ قارئین سے اس سلسلہ کے جاری رہنے کے لئے حضرت کی صحت و عافیت کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کو فیصل ایوارڈ عالم اسلام اور برصغیر کی عظیم علمی دینی اور دعوتی شخصیت مولانا

ابوالحسن علی ندوی کو حکومت سعودی عرب کی طرف سے عظیم علمی و اصلاحی خدمات کے اعتراف کے طور پر شاہ فیصل ایوارڈ دینے کی اطلاع سے دارالعلوم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی حکومت سعودی عرب کا اس قدر شناسی پر شکریہ ادا کیا گیا۔ اور جناب مدیر الحق صاحب نے دارالعلوم حقانیہ کی جانب سے مولانا موصوف کو مبارکباد کا پیغام بھیجا۔

متفرقات | ۵ رجنوری م ۱۷ رصفر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ آنکھوں کے معائنہ کے لئے لاہور تشریف لے گئے۔ مولانا فضل الرحیم صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور نے خدمت و میزبانی فرمائی۔ جناب راجہ ممتاز صاحب میو ہسپتال، جناب ڈاکٹر یقین صاحب، جناب محمد راشد رندھاوا اور جناب ڈاکٹر محمد منیر صاحب نے معائنہ فرمایا۔ جناب الحاج شیر افضل خان صاحب مرحوم کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے پروگرام سے قبل لاہور سے مراجعت فرما ہوئے

۱۹ رصفر م ۸ رجنوری۔ دارالعلوم حقانیہ کے بنیادی اور تاسیسی رکن جناب الحاج شیر افضل خان صاحب بدرشی کی نماز جنازہ میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے علاوہ اساتذہ اور اکثر طلباء دارالعلوم نے بدرشی جا کر شرکت کی۔

۷ رجنوری ـ افغانستان میں روسی تسلط کے خاتمہ اور مجاہدین کی فتح و کامرانی کیلئے دارالحدیث ہال میں اساتذہ اور طلبہ دارالعلوم نے ختم بخاری شریف کرایا۔ دعا سے قبل مولانا سمیع الحق صاحب نے حادثۂ افغانستان پر مختصراً خطاب کیا اور بعد میں تضرع والحاح سے روسی افواج کی شکست اور افغانستان کی آزادی کی دعائیں کی گئیں۔

● پاکستان میں سعودی عرب کے مایہ ناز سفیر جناب محترم ریاض الخطیب کی اچانک وفات پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کیطرف سے تعزیتی ٹیلی گرام دیا گیا اور حکومت سعودی عرب سے اظہار تعزیت کیا گیا۔

● جمعیۃ العلماء اسلام کوہاٹ کے سرگرم رکن جناب ابراہیم پراچہ کی وفات پر دعائے مغفرت کی گئی اور حضرت مہتمم صاحب اور جناب مدیر الحق کیطرف سے ان کے فرزند پر جوش طالب علم لیڈر جناب جاوید ابراہیم پراچہ کو تعزیتی تار دیا گیا۔

ایک علمی خزانہ کا عطیہ | دارالعلوم حقانیہ کے کتب خانہ کے لئے جناب نواب صاحب مرحوم ٹیری ضلع کوہاٹ کا قابل قدر کتب خانہ ان کے متعلقین نے وقف فرمایا جس میں تفسیر و حدیث فقہ و اسماء الرجال اور تاریخ وغیرہ کی نہایت نایاب اور اہم کتابیں شامل ہیں۔ اور جس سے کتب خانہ دارالعلوم میں ایک وقیع اضافہ ہوا ہے انشاء اللہ یہ عظیم عطیہ مرحوم نواب صاحب کے لئے صدقۂ جاریہ اور ایسی نجی کتب کی حفاظت و استفادہ جاری رکھنے کے لئے یہ اقدام بہترین نمونہ ثابت ہوگا۔ متعلقین دارالعلوم نواب صاحب اور ان کے تمام خاندان کی دینی و دنیوی سرخروئی کی دعاؤں کے مستحق ہیں۔

۲۷ رجنوری۔ مولانا سمیع الحق صاحب مدیر الحق نے اسلام آباد میں منعقدہ اسلامی وزراء خارجہ کانفرنس کے غیر معمولی اجلاس کی افتتاحی نشست میں سرکاری دعوت پر شرکت فرمائی۔

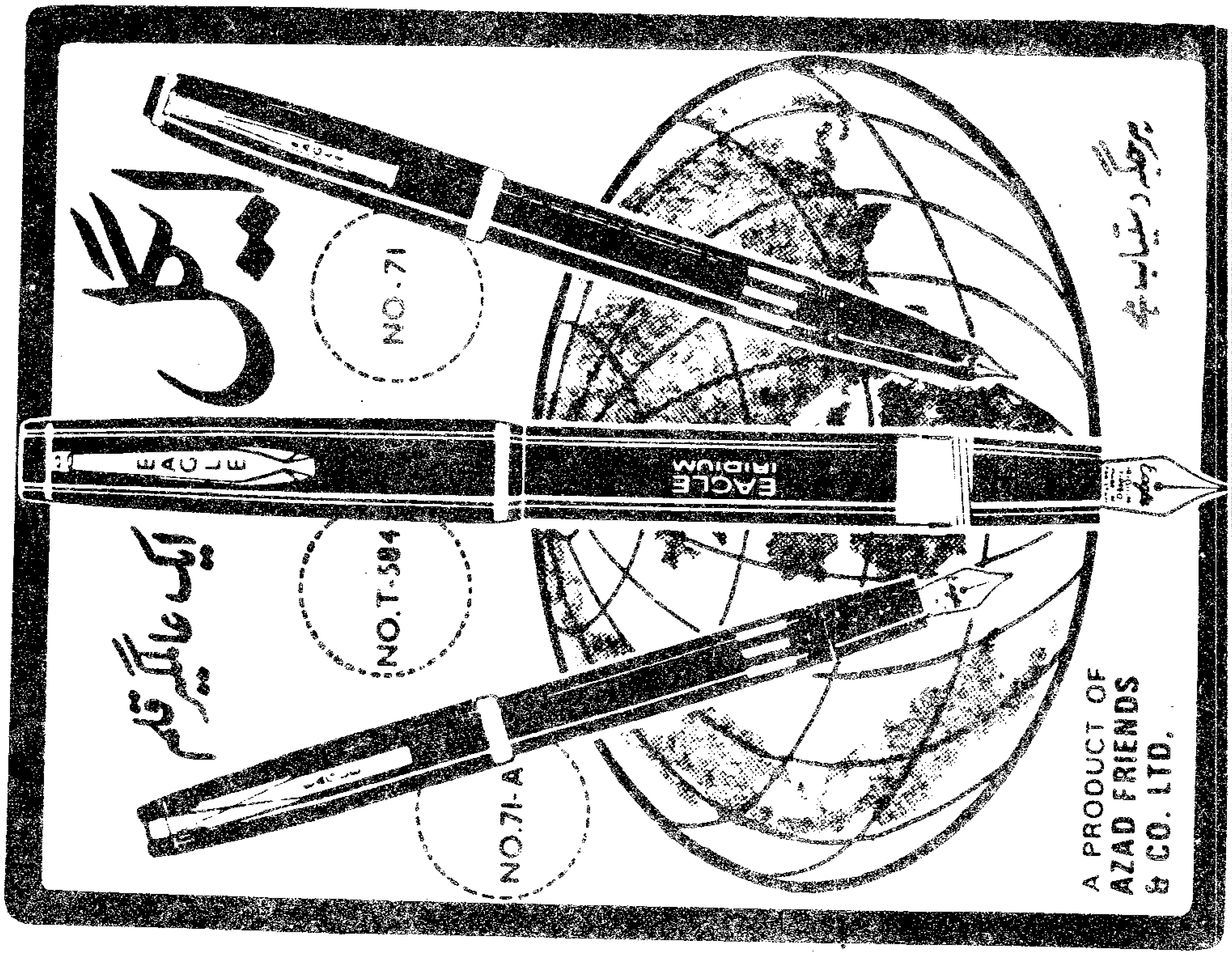

HUSEIN

PAKISTAN'S LEADING
MANUFACTURERS AND EXPORTERS

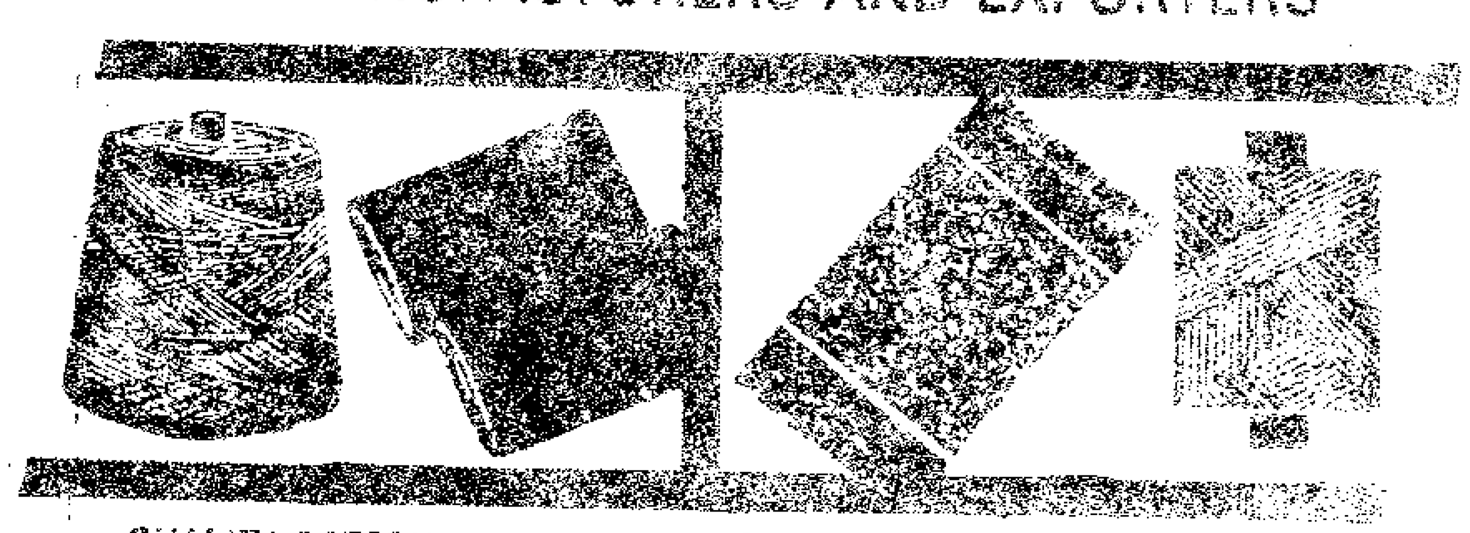

QUALITY COTTON
FABRICS & YARN
HUSEIN TEXTILE MILLS

COTTON SEWING THREAD &
TERRY TOWELS
JAMAL TEXTILE MILLS

For enquiries for Sheetings, Cambrics, Drills, Duck, Poplins, Tussores, Gabardine, Corduroy, Bed-Sheets, Terry Towels, Cotton Sewing threads and yarns, please write to

HUSEIN INDUSTRIES LTD

6th Floor, New Jubilee Insurance House,
I. I. Chundrigar Road, P. O. Box No. 5021
KARACHI
Phone : 228601 (5 Lines) Cable "COMMGOIT"

مفت حاصل کریں

شہدائے بالاکوٹ کا پیغام
اہل پاکستان کے نام
از مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
خط لکھ کر پتہ ذیل سے مفت حاصل کریں
ناشر فضل ربی ندوی
مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی

نوٹس

ہر خاص و عام کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ نوشہرہ میں نیا تعمیر شدہ پُل مورخہ 80-2-12 کو ٹریفک کے لئے کھول دیا جائے گا۔ اور حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ نئے پل پر ٹول ٹیکس لیا جائے گا۔

ریل اور دوسری گاڑیوں والا پرانا پُل اُسی تاریخ سے ہر قسم ٹریفک کے لئے بند ہو جائیگا۔

بحکم

ایگزیکٹو انجنیئر ہائی وے ڈویژن پشاور

INF (P) 251

oticon

مرکز آلۂ سماعت

ایسٹرن آپٹیکل کمپنی

لکشمی بلڈنگ۔ ایم۔ اے جناح روڈ

کراچی۔٠٢٢١

(پاکستان)

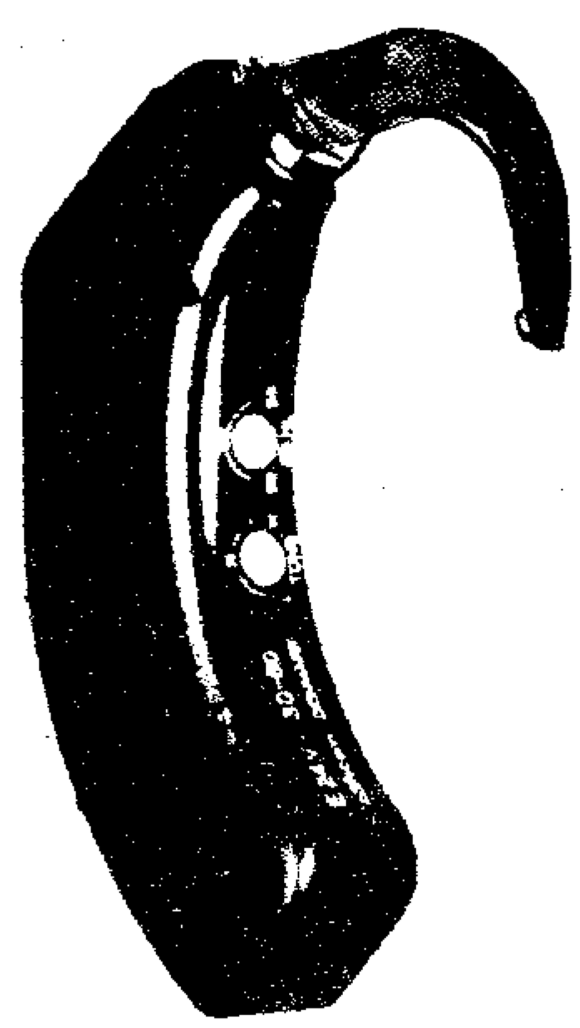

Hearing Aid Centre

Eastern Optical Co.

Lakshmi Building, M. A. Jinnah Road,
Karachi-0221 (Pakistan)
Telex No.: 24635 ESTOP PK.
Telephones: 22 62 87 — 22 69 44

ستم رسیدہ ان افغانیوں کا حل ڈھونڈیں

جناب سید امین گیلانی صاحب

ستم رسیدہ ان افغانیوں کا حل ڈھونڈیں
عدو کے ظلم کی طغیانیوں کا حل ڈھونڈیں
بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست غلط
اُٹھو ہم اپنی تن آسانیوں کا حل ڈھونڈیں
یہود ارضِ مقدس پہ کیوں رہیں قابض
خلوصِ قلب سے ایرانیوں کا حل ڈھونڈیں
ہنود روندتے پھرتے ہیں خطۂ کشمیر
ہم اِن بچاروں کی ویرانیوں کا حل ڈھونڈیں
ستم ہے خواب سے ہوتے نہیں ہیں ہم بیدار
کہ دشمنوں کی ستم رانیوں کا حل ڈھونڈیں
ہمارے پاس ہے سب کچھ پھر اس میں دیر ہے کیا
ہم اپنی بے سروسامانیوں کا حل ڈھونڈیں
وسائل اپنے دیانت سے کام میں لائیں
بڑے شعور سے نادانیوں کا حل ڈھونڈیں
خدا کرے گا ہماری مدد ضرور امین
ہم ایک ہو کے پریشانیوں کا حل ڈھونڈیں

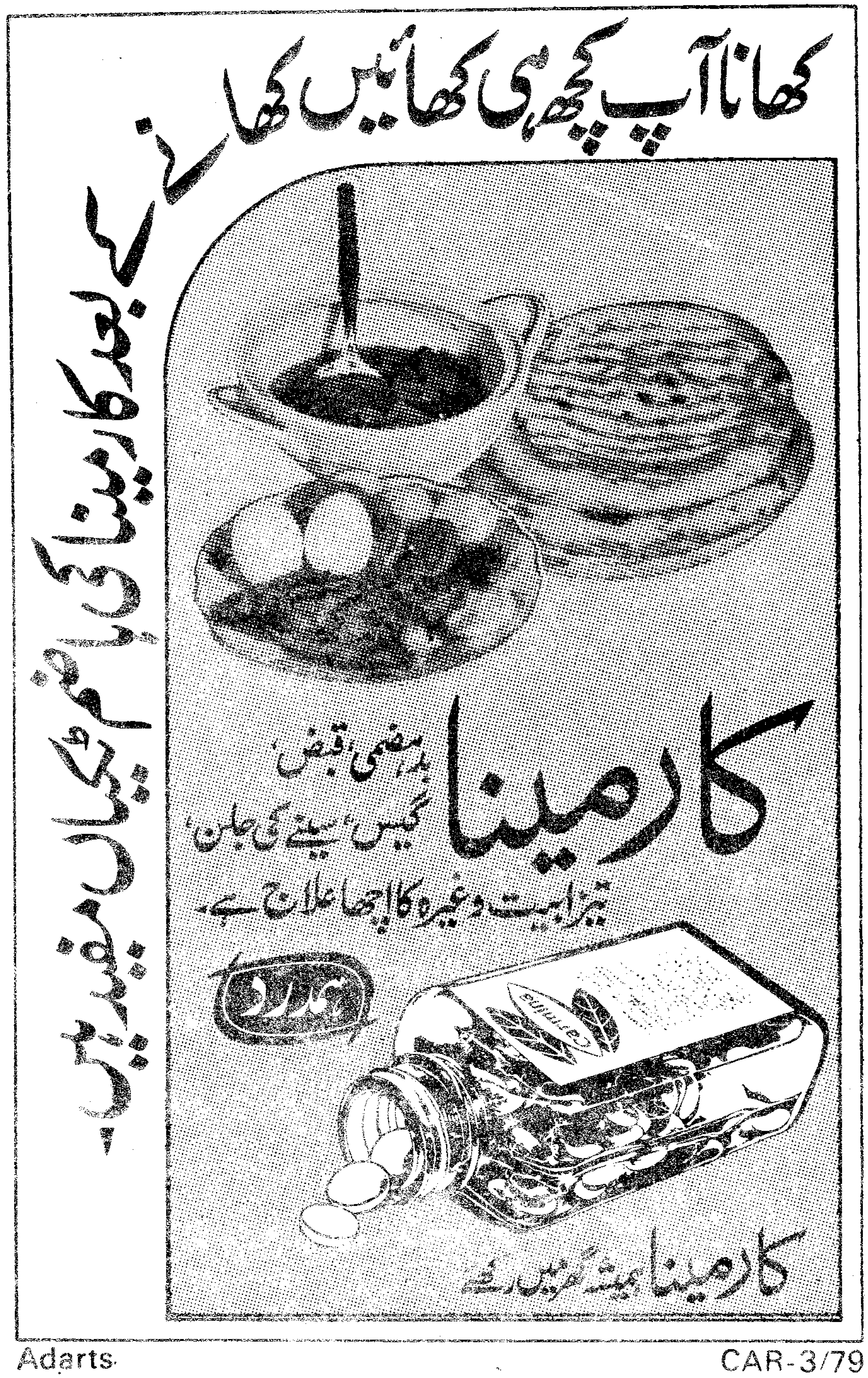
کھانا آپ کچھ بھی کھائیں کھانے کے بعد کارمینا کی ۲ ٹکیاں مفید ہیں۔
کارمینا
بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن، تیزابیت وغیرہ کا اچھا علاج ہے۔
ہمدرد
Carmina
کارمینا ہمیشہ گھر میں رکھیے
Adarts
CAR-3/79

وضو قائم رکھنے کے لئے جوتے پہننا بہت
ضروری ہے ہر مسلمان کی کوشش
ہونی چاہیئے کہ اس کا وضو قائم رہے۔

سروس انڈسٹریز

پائیدار۔ دلکش۔ موزوں اور
واجبی نرخ پر جوتے بناتی
ہے

Servis

سروس شوز

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

پاکستان کی اقتصادی ترقی میں
قدم بہ قدم شریک

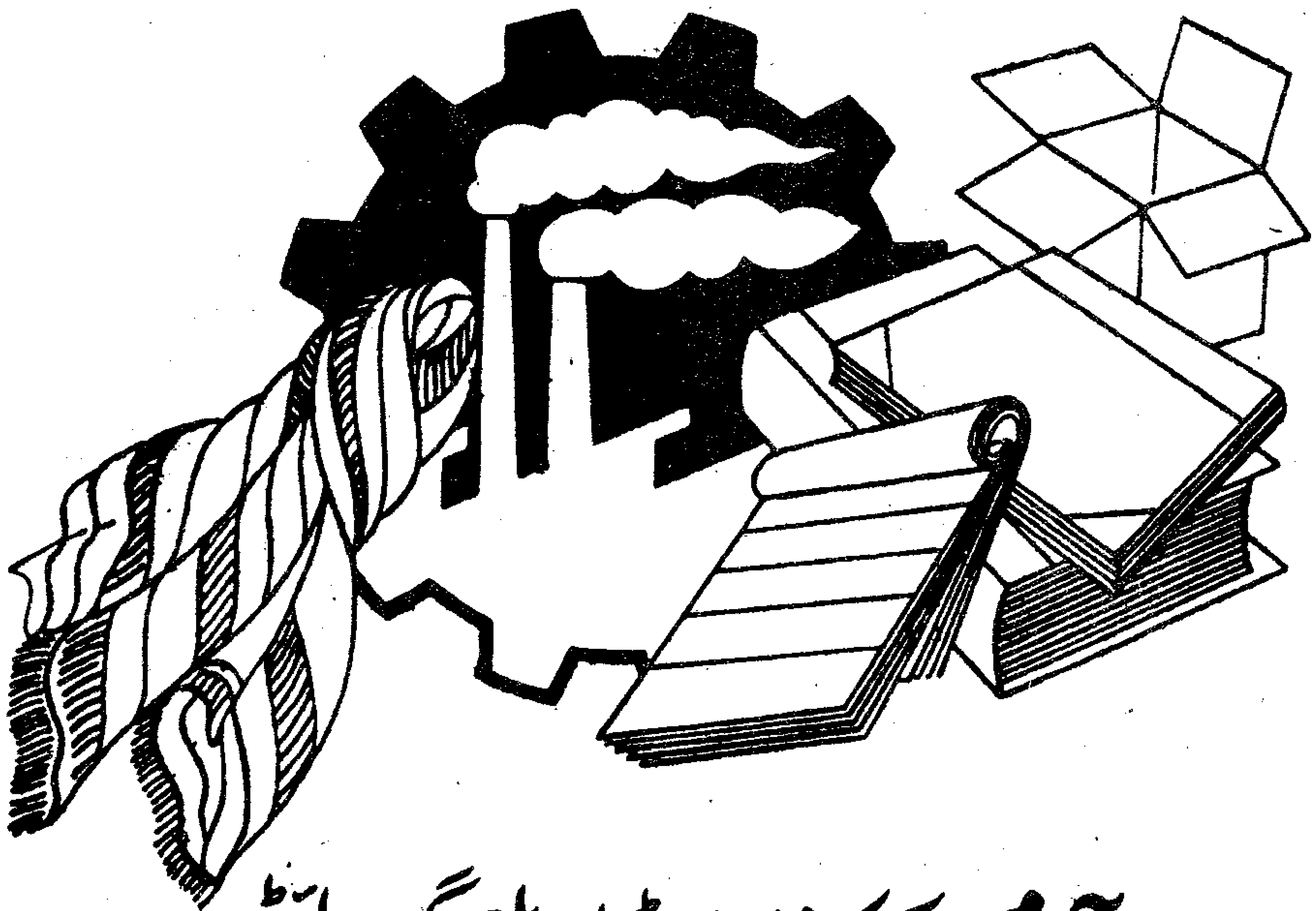

آدمجی کے کاغذ۔ بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر

adamjee

آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ
آدمجی ہاؤس۔ پی۔ او بکس ۴۳۳۲ ۔ آئی۔ آئی چندریگر روڈ۔ کراچی ۲

NATIONAL 45-H